رسولِ عربی صلی اللہ علیہ وسلم

سیرتِ پاک

ایک سکھ مصنف کا پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور نذرانہ عقیدت

جی۔ ایس۔ دارا
بیرسٹرایٹ لاء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

marfat.com

اور ہم نے آپ ﷺ کو سب جہانوں کے لیے رحمت بنا کہ بھیجا ہے

(القران)

محمد ﷺ

marfat.com

رسولِ عربیؐ

ایک سکھ مصنف کا سرورِ کائنات حضورؐ کے حضور میں نذرانہ عقیدت

جی۔ ایس۔ دارا

شاہد پبلیکیشنز اینڈ بک سیلرز

Web site: www.shahidpublications.4t.com
E-mail: shahidpublications@hotmail.com

marfat.com

زندہ کتاب کی علامت

جملہ حقوق محفوظ ہیں

ضابطہ

کتاب	رسول عربی ﷺ
مصنف	جی۔ ایس۔ دارا
ایڈیشن	اوّل
ناشر	شاہد پبلیکیشنز
کمپوزنگ	باقر علی
پرنٹنگ	خالد پرنٹرز
قیمت	99 روپے

شاہد پبلیکیشنز اینڈ بک سیلرز

64 اپر فلور چوبرجی سینٹر ملتان روڈ لاہور

فون: 7419963 موبائل: 0300-9453568

marfat.com

فہرست

پیش لفظ	حفیظ جالندھری	12
دیباچہ	سید سلیمان ندوی	14
ریویو	مولانا عبدالماجد دریابادی	16
تمہید	جی۔ایس۔دارا	17
تقریب	شیخ سر عبدالقادر	22
بحضور رسول عربی ﷺ		26

باب 1 — 30

آنحضرت ﷺ کی اوائل عمری

آنحضرت ﷺ کے والدین

صدائے غیب

بچہ کو طواف کرانا

باب 2 — 38

امین و صادق

حضرت خدیجہؓ

خدیجہؓ کی ملازمت

واقعات قبل از رسالت

غلام زید کی رہائی

سنگِ اسود

marfat.com

معرفت اور گیان کی لو

عالم میں اندھیر

باب3 48

نزول وحی

خدیجہؓ مسلمہ اول

باب4 51

اعلان نبوت

مشرکوں کی دھمکی

بزرگ کی رسالت پر گفتگو

آنحضرت ﷺ کا جواب

کفار کی منصوبہ بازی

آنحضرت ﷺ کے قتل کا منصوبہ

باب 5 59

عہد نامہ عدم تعلق

باب6 61

ہجرت حبشہ

مشرکان کا تعاقب

مسلمانوں کا بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہونا

جعفرؓ کی معجزہ بیانی

marfat.com

باب 7 67

مشرکین کی چالبازیاں

نبی ﷺ کا طائف جانا

مطعم کی پناہ

باب 8 72

عمرؓ وحمزہؓ وطفیلؓ

قتل کا دوسرا منصوبہ

قتل کے لیے حلف اٹھانا

عمر کا اپنی بہن کو قتل کرنے کا قصد

بھائی بہن کی گفتگو

عمرؓ کا مشرف بہ اسلام ہونا

حمزہؓ کا مشرف بہ اسلام ہونا

سردار طفیلؓ کا ایمان لانا

طفیل نے حضور ﷺ میں عرض کی کہ............

باب 9 84

مصیبت پر مصیبت

خدیجہؓ کی رحلت

ابوطالب کی وفات

دعا بہ درگاہ مولیٰ

marfat.com

باب10 88

ہجرت مدینہ

جدید منصوبہ آنحضرت ﷺ کے قتل کا

غار کے منہ پر عنکبوت کا جالا

مدینہ میں آنحضرت ﷺ کی آمد

آغاز اذاں

باب11 94

سردار مدینہ

باب12 97

جنگِ بدر

باب13 102

جنگِ اقر

باب14 104

جنگ احد و جنگ خندق

سردار حارث کا حملہ کرنا

جنگ خندق

باب15 110

جنگ خیبر

marfat.com

باب16 114

عہد نامہ حدیبیہ

شرائط نامہ

عمرۃ القضاء

خلاف ورزی شرائط نامہ حدیبیہ

باب17 119

مکہ پر دھاوا

لشکر کا مکہ روانہ ہونا

ابوسفیان کا مسلمان ہونا

ابوسفیان کا واپس مکہ جانا

ابوسفیان کی بیوی

باب18 124

فتح مکہ

پیغمبری رحمت

ابوجہل کی بیٹے کو معافی

اپنی دختر کے قاتل کو معافی

شاعر زہیر کو معافی

حبشی وحشی کو معافی

سردار ابوسفیان کی بیوی ہندہ کو معافی

marfat.com

معافی عام

باب19 129

جنگ ہوازن

چھ ہزار غلام کی آزادی

حاتم طائی کی بیٹی

باب20 133

جنگ موتہ

باب21 137

رسالت وسفارت

امیر وغریب یکساں

شاہ غسان کا مسلمان ہونا

محمدی سفیر

باب22 141

اشارہ روانگی

نزول آیات نسبت روانگی

الوداعی حج

marfat.com

باب23 144

کمبلی والا ﷺ

باب24 146

تبلیغ حق

افضل کلام

باب25 151

وقت رحلت

marfat.com

پیش لفظ

پروفیسر دارا صاحب سے میری ملاقات لندن میں ہوئی۔ آپ نے مجھ سے اس کتاب کا ذکر کیا اور اس کو دوبارہ شائع کرنے کی آرزو ظاہر کی۔ بتایا کہ پہلی طباعت ختم ہو چکی ہے اور اسکا اب صرف ایک ہی نسخہ ان کے پاس موجود ہے، جس میں آپ نے اصلاح و اضافہ کیا اور متمنی ہیں کہ کوئی صاحب نظر اس کتاب کو ناقدانہ نظر سے دیکھ لے۔

جیسا کہ انہوں نے اپنے دیباچہ میں ذکر کیا ہے۔ میں نے ان کو شیخ عبدالقادر صاحب قبلہ سے استمداد کا مشورہ دیا۔ لیکن اشاعت کی ذمہ داری خود لے لی اور وعدہ کیا کہ ہندوستان پہنچ کر ناشرین کتب میں سے کسی کو اس کتاب کی دوبارہ اشاعت کے لیے کہوں گا اور کسی نہ کسی طرح اس کی اشاعت کا انتظام کرادوں گا۔ یہاں آ کر میں نے بہت سے گرامی قدر ''دوکانداروں'' سے بات چیت کی لیکن وہ صرف اس صورت میں کتاب کی اشاعت پر آمادہ ہوئے کہ حق تصنیف بھی ہمیشہ کے لیے ان کا ہو جائے لیکن یہ بات نہ دارا صاحب کے لیے موزوں تھی، نہ میں نے اس کو پسند کیا۔

اس دوران میں جنگ کی آفت آ گئی اور کاغذ گراں ہوتے ہوتے کمیاب ہو گیا، لیکن مجھے نہ صرف وعدہ کا پاس تھا بلکہ ایک سکھ محب رسول ﷺ کی تصنیف کو شائع کر کے حصول ثواب کا شوق بھی۔ نیز مسلمانوں کو بالخصوص اور دوسرے برادران وطن کو بالعموم اس مخلصانہ و شریفانہ جذبہ سے آگاہ کرنا چاہتا تھا، جو اس تصنیف کا محرک ہوا۔ شاید یہ باہمی رواداری کو تقویت دے۔

marfat.com

خدا کا شکر ہے کہ آج یہ کتاب شائع ہو رہی ہے۔ میں مجلس اردو کے کارکنوں کا شکر گزار ہوں کہ ان کے تعاون نے میرے لیے "ایفائے وعدہ" کا سامان کر دیا۔

مجھے امید ہے کہ اس کتاب کو ہاتھوں ہاتھ لیا جائے گا۔ ذوق شوق سے پڑھا جائے گا اور اس سکھ بزرگوار کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھا جائے گا، جس نے ہمارے آقا و مولاؐ سے اس طرح اظہار محبت کیا ہے جیسا کہ ایک مسلمان کو کرنا چاہیے۔

خاکسار

حفیظ جالندھری

۲۸ نومبر ۱۹۴۱ء

marfat.com

دیباچہ

اشاعت اول

(از سید سلیمان ندوی۔ اعظم گڑھ)

اس کتاب کے مصنف جی ایس دارا، بی ایل، بیرسٹر ایٹ لاء (لاہور) سے لندن میں ملنے جلنے کا اکثر اتفاق ہوا۔ ان کی بے تعصبی اور توحید پرستی دیکھ کر دل بہت خوش ہوا کہ اگر ہندوستان کے مختلف فرقوں میں ایسی انسانیت و محبت کے چند افراد پیدا ہو جائیں تو ابنائے ہند کی باہمی الفت کی دیوار اس قدر مستحکم ہو جائے کہ باہر کے دشمن اس کو کبھی توڑ نہ سکیں۔

دارا صاحب نے پیغمبر اسلام ﷺ کی سوانح عمری بڑی بے نفسی اور بے تعصبی کے رنگ میں لکھی ہے۔ کتاب کے حرف حرف سے عشق و محبت کے آبِ کوثر کی بوندیں ٹپکتی ہیں اور معلوم ہوتا کہ لکھنے والے کا قلم کس جوش و خروش کے دریا میں بہتا جا رہا ہے۔ میں نے اس کتاب کو شروع سے اخیر تک پڑھا اور ایک رواں کتاب کی حیثیت سے اس کو پسند کیا۔ ممکن تھا کہ یہ کتاب تاریخ کی حیثیت سے اس سے زیادہ بلند پایہ پر لکھی جا سکتی، لیکن یہ ناممکن تھا کہ کوئی نامسلم اس سے زیادہ خلوص و عقیدت کی نذر دربار رسالت میں پیش کر سکتا۔ اور یہی اس کتاب کی بہترین خصوصیت ہے۔ اگر الفاظ اور طریقہ تعبیر میں کہیں کہیں غلطی ہو تو مفہوم و معنی پر نظر اور مصنف کے حسنِ نیت پر گمان نیک رکھنا چاہیے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ رحمۃ للعالمین ﷺ کے صدقے ہندوستان کے مختلف مذہبی فرقوں میں اتحاد و یکجہتی کی لہر پیدا کر دے اور ہر

marfat.com

ایک کو دوسرے کے رہنماؤں اور راہبروں کی عزت وتوقیر کی توفیق عطا فرمائے۔

سید سلیمان ندوی

مسلم ڈیلی گیشن ،لنڈن ہال نشیمن ،لنڈن

marfat.com

ریویو اخبار ہمدرد دہلی

(از مولانا عبدالماجد مصنف تصوف اسلام، پیام دین، فلسفہ جذبات وغیرہ)

خاک ہند سے مذہبی مصلحین و پیشوا پیدا ہوتے رہے ہیں۔ان میں ایک ممتاز نام گرو نانک کا ہے، جن کی تعلیم صلح و آشتی کی تعلیم اور جن کی تبلیغ عشق و محبت کی تبلیغ تھی..... مسٹر جی۔ایس دارا اسی درد آشنا و محبت شعار قوم (سکھ) کے ایک قابل فخر رکن ہیں۔ان کا نام اب تک لندن کے ایک انگریزی رسالہ ہند (انڈیا) کے ایڈیٹر کی حیثیت سے معروف تھا، لیکن اب معلوم ہوا کہ ان کا کعبہ کعبۂ لندن نہیں کعبہ حجاز ہے ان کی آنکھیں برقی جگمگاہٹ سے نہیں روح کی نورانیت سے منور ہو رہی ہیں۔رسول عربی ﷺ اس مختصر و جامع رسالہ کا نام ہے، جو دارا صاحب کے تخم محبت کا ثمر اولین ہے اس میں سرور عالم ﷺ کے حالات حیات مبارکہ شروع سے آخر تک اس انداز سے جمع کر دیئے گئے ہیں کہ اکثر مقامات پر ایک مسلمان کو بھی اس خلوص نیاز پر رشک آنے لگتا ہے۔

marfat.com

تمہید

(از مصنف)

میرے والد بزرگوار نے ۱۸۵۷ء میں سرکار انگریزی کی ملازمت اختیار کی ۱۸۹۴ء میں عہدہ تحصیلداری سے پنشن پر آئے۔ اسی ۳۷ سال کے تجربہ کا ذکر اذکار جب کبھی ان کی زبان سے میں نے سنا، اس سے معلوم ہوتا تھا کہ رشوت وتعصب کا زور ہر جگہ ہی موجود تھا۔

میں خود ۱۸ سال کی عمر میں نائب تحصیلداری کی حیثیت سے ملازم ہوا۔ دس سال کئی ایک اسامیوں پر تعینات رہ کر آخر ملازمت سے سبکدوشی اختیار کی۔ ترک ملازمت کی اصل وجہ بھی رشوت اور تعصب کے بھوت تھے جن سے بہت دیر تک میں جدوجہد کرتا رہا۔ آخر ہار کر میدان چھوڑا اور بھاگ نکلا۔

جنگ یورپ کے ایام میں رخصت (قبل از استعفیٰ) لے کر ۱۹۱۴ء میں انگلینڈ آیا۔ یہاں سے آئیر لینڈ گیا اور وہاں سے بیرسٹری کر کے واپس وطن چلا گیا۔ ۲۰-۱۹۱۹ء میں پھر لندن کا رخ کیا۔ یہاں پہنچ کر رسالہ ''ہند (انڈیا)'' شروع کیا، جس کی ایڈیٹری میں مجھے اب انیسواں سال ہونے کو آیا ہے۔

خیال تھا کہ قومی کام کی منزل اگرچہ کٹھن تو بڑی ہوگی لیکن کم از کم اتنا تو ہوگا کہ یہ راستہ تعصب کے کانٹوں سے صاف ہوگا۔ مگر یہ بھی ایک خیال خام ثابت ہوا۔ اکثر راہنمایان قوم کے اندرونی رویئے اور بیرونی گفتگو میں میں نے بڑا بھاری تفاوت پایا۔ ہندو مسلم تنازعات تو میں نے بکثرت دیکھے سنے تھے، مگر اندرونی ریشہ دوانیاں جو جانبین کے راہنمایان

marfat.com

ایک دوسرے کے خلاف کیا کرتے تھے ان کا علم مجھے لاہور سے بھی کہیں بڑھ کر یہاں لندن میں ہوا۔ یہاں تک کہ بعض ذمہ دار ہندو رہنماؤں کو میں نے اپنے کانوں یہ کہتے سنا کہ ''سکھ ایک احمق فرقہ ہے''، تمسخر اور توہین کے کلمات سکھوں کے گوروں کے خلاف بھی میری شنید میں آئے، جہاں جہاں میں نے مناسب سمجھا، ان کی گفتگو کا جواب کھرا کھرا ان کو منہ پر دیا اور ان کا خمیازہ اٹھایا۔

پیغمبر اسلام ﷺ کی شان کے خلاف اس نوع کی کہانیاں اور من گھڑت قصے میں نے سنے کہ جس کے سننے سے انسان کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں۔ اغلب ہے کہ دوسری جانب سے بھی ہندو رشیوں، منیوں اور بھگتوں کے خلاف بھی اسی طرح کے ڈھکوسلے مروج ہوں مگر مجھے ایسی گفتگو کے سننے کا موقع نہ مل سکتا تھا۔

اس طرح کے واقعات کوئی پانچ دس دفعہ نہیں بلکہ سینکڑوں مرتبہ مجھے اپنی اوائل عمر سے اس وقت تک (اب میری عمر ساٹھ سال ہے) سننے میں آئے ہوں گے۔ سیاسی پہلو کو بالائے طاق رکھ کر بلکہ مذہب پر علمی اور عقلی بحث کو چھوڑ کر یہاں تک کہ مخالف فریق کے اپنے نقائص اور عیوب کو بھی نظر انداز کر کے اس کے مذہب کے بانی پر ذاتی حملہ کرنے کو اتر آنا، یہ ایک ایسا شیوہ ہے کہ جس کی نظیر شاید ہی کسی اور گری ہوئی قوم میں ملے تو ملے۔

فساد اور عناد کی آگ جس کے شعلے آج لاہور سے لکھنو، لکھنو سے کلکتہ اور کلکتہ سے کراچی اور بمبئی تک پھیل چکے ہیں، وہ ان ہی حملوں سے سلگتی ہے، جو گوروں، پیروں اور پیغمبروں کی ذات پر کئے جاتے ہیں اور جن کی ابتداء بالعموم بعض قومی ''راہنمایان'' کے اشارہ یا عندیہ سے ہوا کرتی ہے۔

دل کے پھپولے جل اٹھے سینے کے داغ سے
اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

marfat.com

میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ میں پیغمبر اسلام ﷺ کی زندگی کے حالات پڑھوں اور جو جو باتیں میں نے سنی ہیں، ان کی تصدیق یا تردید کی جستجو کروں۔ پہلی دفعہ جب میں نے اس مضمون پر ایک کتاب دیکھی تو اس کے پڑھنے سے مجھے از حد دلچسپی پیدا ہوئی۔ جوں جوں میرا مطالعہ بڑھتا گیا، اتنی ہی آنحضرتؐ کی عظمت میرے دل میں بڑھتی گئی۔ یہاں تک کہ میرے دل میں ایک آرزو پیدا ہوگئی کہ میں ان سب خیالات کو ایک جگہ اکٹھا کروں، طرح طرح کی کتابوں کے مطالعہ نے جو میں نے اس مضمون پر پڑھی تھیں۔ میرے عالم خیال میں ایک پھلواری سی پیدا کردی۔ پنجابی، ہندی، اردو، فارسی، عربی کے پھول جہاں جہاں سے مجھے دستیاب ہوئے میں نے اپنے گلدستہ کے لیے چن لیے اور نام اس کا ''رسولِ عربی ﷺ'' رکھ کر قوم کی خدمت میں نذر کیا۔

قریباً بیس سال ہوئے، جب میں لاہور سے لندن آرہا تھا، تو مسودہ اول اس کتاب کا میرے پاس تیار موجود تھا، جیسے جیسے مجھے یہاں وقت ملتا رہا۔ میں اس میں کچھ نہ کچھ ترمیم تغیر کرتا رہا۔ حسن اتفاق سے جب جناب سید سلیمان ندوی خلافت ڈیلیگیشن کے ہمراہ انگلینڈ تشریف لائے، تو انہوں نے اس کا ملاحظہ فرمایا اور اس کا دیباچہ لکھ کر مجھے شرف عزت بخشا۔ کچھ عرصہ کے بعد میں نے وہ مسودہ ہندوستان روانہ کیا اور اس کی پہلی اشاعت نکلی۔ اب نظر ثانی کر کے اس کی جدید اشاعت کی تجویز درپیش ہے، جن احباب نے گزشتہ دس گیارہ سالوں میں اس کتاب کو پڑھا، ان سے چند ایک نے مجھے اپنی رائے سے مطلع بھی کیا۔ ان میں اکثر تو وہ تھے جنہوں نے مجھ پر کرم فرمائی کی اور میری محنت کی تعریف فرمائی۔ اس کے لیے مجھے تہ دل سے یہاں ان کی شکر گزاری کا اظہار کرنا ہے۔

دوسری طرف وہ اصحاب تھے جن کو میری تحریر سے اتفاق نہ تھا یا مجھ سے کسی اور وجہ سے اختلاف رکھتے تھے۔ لہٰذا ان کا ذکر کرنا بھی یہاں بے محل نہ ہوگا۔

marfat.com

چند ایک غیر مسلم دوستوں نے (جن میں سے بعض تو ایسے ہیں، جو انگلینڈ سے تعلیم حاصل کر کے واپس وطن چلے گئے) مجھے لکھا۔۔۔۔۔۔

آپ کا دین مذہب وہی ہوا کرتا ہے جو آپ کے جیبوں کا ہو۔ اکثر مسلم نو جوانوں نے آپ کے دل پر عمر بھر قابو ڈالے رکھا۔۔۔ لازم تھا کہ ان کی محبت آپ کی طبیعت وایک نئے سانچہ میں ڈھال دیتی اور ایک اور ہی نمونہ دکھا دیتی۔ ہم تو وہی نمونہ اس کتاب میں پڑھتے ہیں۔ حقیقت تو یہ ہے، جناب دارا کہ۔۔۔۔۔

بات کہنے کی نہیں تو بھی تو ہر جائی ہے۔

دوسری نوع کے اعتراض جو مجھے بتائے گئے ہیں، وہ بھی غیر مسلم اصحاب سے ہیں۔ کتاب کی تحریر یا مضمون سے ان کو کچھ نسبت نہیں۔ وہ رائے زنی میری نیت پر ہے۔

مفہوم یہ ہے کہ اس طرح کی کتابیں وہی مصنف لکھا کرتے ہیں، جن کی ضرورت زر و زن کی ہو، مطالب دنیاوی کو سامنے رکھ کر وہ قلم اٹھاتے ہیں۔ قلم ان کا چلتا ہی اس رخ کو ہے، جدھر سے ان کو کچھ نفع کی امید ہو۔

یہ ذکر کر دینا مناسب ہوگا کہ یہاں نہ زر ہے نہ زن، نہ گھر ہے نہ گھاٹ۔ نفع منافع تو در کنار رہا۔ گھر کی بھٹیارن سے کمرہ کے کرایہ کا اگر ہر ہفتہ تقاضا نہ ہو تو دوسرے تیسرے ہفتہ تو ضرور ہی ہو جایا کرتا تھا۔ بنئے سے آٹا دال گھی کے ادھار کے لیے آئے دن ایک ہنگامہ برپا رہتا ہے۔ خیر

تنگ دستی اگر نہ ہو غالب   تندرستی ہزار نعمت ہے

باوجود اس بے سرو سامانی کے یار لوگوں کا تعصب برابر موجود ہے لیکن وہ موجود ہے تو میرا خیال بھی ویسے ہی موجود ہے۔ باوصف ان حملوں کے جو میری نیت پر کیے گئے ہیں، میں اپنے خیال میں کچھ تبدیلی نہیں دیکھتا۔ خیال وہی ہے جس کا اظہار میں نے بیس سال ہوئے،

marfat.com

مسودہ میں کیا تھا۔اب بھی وہی ہے اور اسی پر قائم ہوں۔

گزشتہ سال حفیظ جالندھری صاحب حسن اتفاق سے انگلینڈ میں رونق افروز تھے۔ ان کی خوش کلامی اور خوش الحانی نے لندن کے جنگل میں لاہور کا منگل بنا دکھایا۔ میں نے اس موقع کو غنیمت جانا اور ان سے ذکر کیا کہ میں ''رسول عربی ﷺ'' پر نظر ثانی کرنا چاہتا ہوں اور جو دقتیں حائل تھیں ان کا اظہار بھی کیا۔ وہ کہنے لگے۔ ''گنگا تمہارے گھر میں بہے اور اس پر بھی یہ تفکرات'' جناب شیخ سر عبد القادر کا دروازہ اور ادھر کی بہتی ہوئی گنگا مجھے دکھادی اور خود واپس وطن چلتے ہوئے۔

جناب شیخ کی خدمت میں میں نے اپنی آرزو ظاہر کی اور ساتھ ہی ''یاران ایں زمانہ مثل گل انارانذ'' والا قصہ اور ''آپ بیتی'' کہانی بھی کہہ سنائی۔ آپ نے سرپرستی کا وعدہ فرمایا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ ان کی جانب سے اگر متواتر حوصلہ افزائی نہ ہوتی رہتی تو یہ کام اب پھر ادھورا ہی رہ چلا تھا۔ تکمیل کار کی خوشی تو ہر کارکن کو ہوا کرتی ہے۔ مگر میری خوش نصیبی اس سے کہیں زیادہ ہے۔ اس کام کے سبب آپ سے ملاقات کے مواقع بکثرت ملے اور طبیعت کو دلی وابستگی آپ سے پیدا ہوگئی۔

آں دل کہ رم نمودے از خوبرو جواناں
دیرینہ سال پیرے بردش بیک نگاہے

خادم قوم جی۔ ایس۔ دارا

۷ مارچ ۱۹۳۹ء

تقریب

(از آنریبل شیخ سر عبدالقادر صاحب ممبر انڈیا آفس لنڈن)

دس گیارہ برس ہوئے ایک کتاب بنام ''رسول عربی ﷺ'' انگلستان میں لکھی گئی اور ہندوستان میں چھپی تھی۔ اب دوبارہ چھپ رہی ہے۔ اس کے مصنف مسٹر جی۔ ایس۔ دارا صاحب بیرسٹر ایٹ لاء ایڈوکیٹ ہائی کورٹ پنجاب کے ایک معزز اور علم دوست سکھ گھرانے سے ہیں۔ ان کو جو سچی ارادت اپنے بزرگ گرو بابا نانک جی سے ہے، غالباً وہی اس کتاب کے لکھنے کی محرک ہوئی ہوگی۔ گرو نانک جی شمع توحید کے پروانے تھے اور پیغمبر ﷺ کے پیغام کی دل سے قدر کرتے تھے۔

مسٹر دارا کوئی بیس سال سے انگلستان میں مقیم ہیں اور انگریزی میں اخبار نویسی کرتے ہیں۔ ان کا ایک رسالہ ''انڈیا'' نامی نکلتا ہے، جسے انہوں نے بڑی محنت اور بہت ایثار کے ساتھ جاری رکھا ہے۔ انہیں ہندوستان کی آزادی کی تحریک سے زیادہ تعلق رہا ہے۔ وہ کانگریس کے بہت سے اصولوں کے موافق ہیں، مگر بہت سی باتوں میں خاص کر طریق کار میں وہ کبھی کبھی اس سے اختلاف بھی رکھتے ہیں۔ وہ سکھ مذہب کے ماننے والے ہیں اور ہندوؤں کے بھی ہمدرد ہیں اور مسلمانوں کے بھی دوست ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ ان قوموں کے باہمی تعلقات دوستانہ رہیں، اس آزاد روش کے سبب ان کو بہت سی مشکلات پیش آئیں۔ جن کا انہوں نے مردانہ وار مقابلہ کیا۔

دارا صاحب جب پنجاب میں اپنی تعلیم سے فارغ ہوئے تو انہوں نے گورنمنٹ

marfat.com

کے محکمہ مال میں ملازمت اختیار کی۔ ان کے والد تحصیلدار تھے اور ان کی اپنی ملازمت نائب تحصیلداری سے شروع ہوئی، مگر ان کی طبع آزاد پسند ملازمت کا بار دیر تک برداشت نہ کرسکی۔ اگر یہ معمولی طور پر اپنے محکمہ میں رہتے تو اب تک کسی بڑے عہدہ تک پہنچ کر اور اچھی پنشن پا کر خانہ نشین ہوتے۔ کیونکہ اب ان کی عمر ساٹھ سال کے قریب ہے لیکن مسٹر دارا نے نوکری چھوڑ دی اور بیرسٹری کا قصد کیا۔ ۱۹۱۴ء میں انگلستان آئے اور یہاں سے آئرلینڈ میں گئے تاکہ ڈبلن سے بیرسٹری پاس کریں۔ ۱۹۱۷ء میں کامیاب ہو کر وطن کو واپس گئے اور لاہور ہائی کورٹ کے ایڈووکیٹ ہو گئے۔ تجربہ نے بتایا کہ وکالت کے لیے بھی، جسے وہ آزاد پیشہ سمجھتے تھے اور لوگ بھی جسے مقابلتاً آزاد سمجھتے ہیں، کئی ایسی پابندیاں ہیں جیسی ملازمت میں ہیں۔ اس وقت جوانی میں سیاسی خدمت کے شوق کا بھی غلبہ تھا۔ انہوں نے وکالت کا خیال ترک کر کے انگلستان میں آ کر اپنا انگریزی رسالہ جاری کر دیا۔ مالی اعتبار سے اس میں ہمیشہ نقصان رہا مگر یہ اس کو چلاتے رہے۔

دارا صاحب نہایت درویشانہ اور سادہ زندگی بسر کرتے ہیں۔ اپنے ہاتھ سے کبھی کبھی کچھ ہندوستانی کھانا پکا لیتے ہیں کبھی کبھی کسی ارزاں ہوٹل میں کھانا کھا لیتے ہیں۔ ایک کمرہ رہنے کو ہے، اسی میں لکھنا پڑھنا، اسی میں سونا، اسی میں کوئی ملنے کو آئے تو اسے مل لینا۔ اخبارات بکثرت پڑھتے ہیں اور ان میں موجود جو مضمون اپنے کام کا ہو، اس کا تراشہ کاٹ کر رکھ لیتے ہیں۔ انگریزی میں ہندوستان کی موجودہ سیاسیات پر ایک کتاب لکھ رہے ہیں۔ مگر وہ دیر سے ان کی مشکل پسند طبیعت کی کٹھالی میں صاف کی جا رہی ہے۔ اگر اس کٹھالی سے نکل آئی تو امید ہے کہ کام کی چیز ہوگی۔

یہ وہ شخص ہے کہ جسے خیال آیا کہ حضرت محمدؐ کے حالات لکھے اور اس محبت کا اظہار کرے جو اسے آنحضرتؐ کی ذات بابرکات سے ہے اس نے اپنی عقیدت کے پھول بارگاہ

marfat.com

رسالت پر چڑھائے ہیں اور غالباً قبول ہوئے ہوں گے۔ یہ نذرانہ دوبارہ پیش کرنے کا موقع انہیں مل رہا ہے۔ جب یہ کتاب پہلے شائع ہوئی، تو مولانا سید سلیمان نے اسے پسند کیا تھا اور اس کے لیے ایک مختصر سا دیباچہ لکھا تھا، جواب طبع ثانی کے ساتھ بھی شامل کیا گیا ہے۔ اس اشاعت میں دارا صاحب نے خود بھی ایک تمہیدی مضمون لکھا ہے، جس میں بتایا ہے کہ انہیں کس طرح آنحضرتؐ کے حالات پڑھنے کا شوق ہوا اور اس مطالعہ کا ان پر کیا اثر ہوا۔ ان کے بعض مسلمان دوستوں نے یہ خواہش ظاہر کی کہ اس کتاب کو پھر چھپائیں میں نے بھی اس تجویز کی تائید کی۔

اس زمانے میں جب بعض کوتاہ اندیش لوگ ایک دوسرے کے مذہبی پیشواؤں کی تعظیم کرنے کے بجائے ان پر ناجائز اور نامناسب حملے کرتے ہیں اس بات کی ضرورت ہے کہ ہر قوم کے دور اندیش اور وسیع خیال صاحبان دوسری قوم کے واجب تعظیم بزرگوں کی خوبیوں کا اعتراف کریں اور اپنے بھائیوں کو ان سے آگاہ کریں۔ خود مسلمانوں کے لیے ایسی کتاب کی اشاعت اس لیے خاص دلچسپی رکھتی ہے کہ ان کی محبت اپنے پیغمبر ﷺ سے اور مضبوط ہوتی ہے، جب وہ یہ دیکھتے ہیں کہ دوسرے بھی ان کے احسانات کو مانتے ہیں۔ فطرت انسانی کے اس جذبہ کو غالب نے کس خوبی سے بیان کیا ہے۔

سب رقیبوں سے ہوں نا خوش، پر زنان مصر سے
ہے زلیخا خوش، کہ محو ماہ کنعاں ہو گئیں

میں بھی اپنے دوست دارا صاحب سے خوش ہوں کہ وہ ''ماہ عرب'' کی تعریف میں ہم نوا ہیں اور میں امید کرتا ہوں کہ میرے بہت سے مسلمان بھائی بھی ان کی انصاف پسندی

marfat.com

اور عقیدت مندی کی داد دیں گے۔

(از لندن)

عبدالقادر

۲۶ مارچ ۱۹۳۹ء

marfat.com

بحضور

رسول عربی ﷺ

ایک صاحب آیا، جس نے جلوہ حق دکھایا، جس کسی نے اسے پریم کی آنکھوں سے دیکھا، اس کی تمنائے زندگی پوری ہوگئی، جس کی نگاہ شوق اس پر پڑی، اسے منہ مانگی مراد مل گئی ہے۔ جس بشر کو اس من موہن نے اپنا درشن دیا، اس کے جنم بھر کا پاپ کٹ گیا۔

آناں کہ خاک را بہ نظر کیمیا کنند　　　آیا بود کہ گوشہ چشمے بما کنند

اے عرب، کیا ہی عجب ہوں گے تیرے بھاگ، جو تو نے نور خدا اپنی آنکھوں دیکھا۔ کیا ہی اچھے ہوں گے تیرے بخت جو تو نے حبیب خدا ﷺ کے اپنی آنکھوں درشن کیے۔

اے ولایت عرب! اے بن اور بیابان کے باس، اے درندوں، چرندوں کی بھوم، اے چوروں ڈاکوؤں کے ماوا۔ اے رہزنوں اور لیٹروں کے مسکن۔ اے اجڈ گنواروں کے ٹھکانے۔ اے ازلی بادہ نوشوں کے خم خانے۔ اے وحشی عرب! تجھ میں بھرے تھے دنیا کے بدکار اور جگت کے مکار۔ نام نہاد کے انسان۔ مگر کرتوت کے شیطان۔ سچ ہے۔

چلن ان کے جتنے تھے سب وحشیانہ　　　نہ تھا کوئی قانون کا تازیانہ
فسادوں میں کٹتا تھا ان کا زمانہ　　　ہر اک لوٹ اور مار میں تھا یگانہ

تھے قتل و غارت میں چالاک ایسے
درندے ہوں جنگل میں بیباک جیسے

(وہ جو خاک کو ایک نظر سے کیمیا بنا دیتے ہیں۔ ممکن ہے کہ وہ ہم پر بھی نظر التفات فرمائیں)

اے سرزمین عرب، آج وہ دن ہے کہ تیرا نام ورد زبان جہاں ہے اور خلق خدا تیرا

marfat.com

ذکر خیر کرتی ہے، کون آنکھ ہے، جو تیرے درشن کو نہیں ترستی، وہ کون دل ہے، جو تیری دید کی تمنا نہیں رکھتا وہ کون ملک ہے، جس نے تیرے شاہ کا سکہ نہیں مانا اور وہ کون فرمانروا ہے جس نے تیری حشمت اور دبدبہ کو نہیں جانا۔ اے خطہ عرب تو نے اب پرانا جامہ اتارا، تو نے نیا اوتار دھارا، اے عرب تو نے نیا جنم پایا کیونکہ تجھے رسول خدا ﷺ ہاتھ آیا۔ اے عرب! رب کے رنگ نیارے ہیں، داتا جسے چاہے دے دے، ورنہ تیرے ہاتھ آئے یہ دولت محمدی! تجھے نصیب ہو یہ جمال احمدی!

اے ہمالہ کی بلند چوٹیو، تم ہی کچھ کہو! سینکڑوں رشیوں نے تمہاری شفقت اور پیار کی گود میں نواس کیے، صدہا جوگیوں نے تمہارے پہلوئے محبت میں جوگ کمائے، ہزاروں تپشروں نے تمہاری آغوش الفت میں تپ دھارے، لاکھوں گوروں سدھوں نے تمہارے ہاں چرن کنول ڈالے۔

اے کوہ ہمالہ! مگر سچ کہنا، کہیں دیکھا ہے تو نے وہ مکہ کا راج دلارا، کہیں نظر پڑا ہے تجھے بھی وہ مدینہ کا پیارا۔

اے تاجدار عرب ﷺ سنتے ہیں۔ تیرے چھب عجب موہنی تھی اور تیرا روپ انوپ تھا۔ اے دلدار عرب ﷺ! کہتے ہیں تیری پریت کی جوت جس من میں جگی۔ وہ بجھائے نہ بجھی جس آنکھ پر تیری نگاہ پڑی۔ وہ پھر تیری ہی ہو رہی۔

چشم رحمت بکشا سوئے من انداز نظر — اے قریشی لقبی ہاشمی و مطلبی
من بیدل بجمال تو عجب حیرانم — اللہ اللہ چہ جمال است بدیں بوالعجبی
نسبتے نیست بذات تو بنی آدم را — بہتر از عالم و آدم تو چہ عالی نسبی
نسبت خود بسگت کردم و بس منفعلم — زانکہ نسبت بسگ کوئے تو شد بے ادبی
ذات پاک تو دریں ملک عرب کرد ظہور — زاں سبب آمدہ قرآن بزبان عربی

marfat.com

نخل بستان مدینہ زتو سر سبز مدام — زاں شدہ شہرۂ آفاق بشیریں رطبی

بر درفیض تو استادہ بصد عجز و نیاز — رومی و طوسی و ہندی یمنی و حلبی

ماہمہ تشنہ لبانیم و توئی آب حیات — لطف فرما کہ زحد می گزرد تشنہ لبی

شب معراج عروج توزافلاک گزشت — بہ مقامے کہ رسیدی نرسد ہیچ نبی

سید انت حبیبی و طبیب قلبی

آمدہ سوئے تو قدسی پئے درماں طلبی

ترجمہ:

1: اے قریشی ہاشمی اور مطلبی لقب پانے والے اپنی رحمت کی آنکھ کھول اور مجھ پر نظر فرما۔

2: میں دل سے تہی وجود تیرا حسن دیکھ کر ورطہ حیرت میں پڑ گیا ہوں۔ اللہ اللہ! کیا حسن و جمال ہے کہ حیرت کی دسترس میں بھی نہیں۔

3: بنی نوع انسان کو بڑی عظمت سے کوئی نسبت نہیں ہے کس قدر اعلیٰ نسب ہے بلکہ آدم اور جمیع عالم سے برتر و فائق ہے۔

4: میں نے اپنی نسبت آپ کے کتے کے ساتھ کی ہے۔ میں از حد شرم سار ہوں اس لیے کہ خود کو تیرے کتے سے منسوب کرنے سے سوئے ادب کا ارتکاب ہوا ہے۔

5: تیری ذات پاک نے اس ملک عرب میں ورود فرمایا۔ اسی لیے حق تعالیٰ نے قرآن مجید کو عربی زبان میں نازل فرمایا۔

6: آپ کی ذات لطیف کی وجہ سے مدینہ کا گلستان سدا ہرا بھرا ہے۔ اسی لیے اس کی شیرینی لذت زمانے بھر میں مشہور ہیں۔

7: آپ کے آستانہ فیض پر رومی، طوسی، ہندی، یمنی اور حلبی ادب و انکسار کے ساتھ حاضر ہوتے ہیں۔

marfat.com

8: ہمارے ہونٹ تو پیاسے ہیں اور آپ آبِ حیات ہیں۔ کرم فرمایئے کہ ہماری پیاس حد سے گزرتی جارہی ہے۔

9: معراج کی رات آپ کا ارتقائی مقام افلاک سے بھی بلند ہوگیا۔ اس مقام تک بلند ہوا کہ جہاں کوئی نبی نہیں پہنچ سکا۔

10: اے میرے سردار، میرے محبوب اور دل کے حکیم، قدسی آپ کے آستانے پر بغرض علاج حاضر ہوا ہے۔

marfat.com

باب 1

آنحضرتؐ کی اوائل عمری

عرب میں ہر قبیلہ کے لوگ جدا جدا رہا کرتے تھے، ملک ریگستان تھا اور علاقہ پہاڑی بھاری قصبہ یا شہر ہونا تو در کنار، بڑی آبادی ہی ایک جگہ ہونی محال تھی، جہاں تھوڑا بہت پانی نظر آیا، سبزہ نے منہ دکھایا، وہیں بیٹھ گئے اور خیمے ڈیرے ڈال دیئے، اسی جگہ اپنا ٹھکانا بنا لیا۔ یہی روش مکہ والوں کی تھی اور یہی رویہ گردونواح کے لوگوں کا تھا۔

مکہ میں کوئی راج راجہ نہ تھا، بڑے بڑے قبیلوں سے دس آدمی چن لیے جاتے تھے، وہی راج نیتی کا کام کرتے تھے اور انہی لوگوں میں سے خانہ کعبہ کے متولی بھی ہوا کرتے تھے، مدتوں یہی عمل درآمد رہا اسی طریق پر وہ لوگ کاربند رہے۔

ایک دفعہ ایسا واقعہ پیش آیا کہ غنیم نے باہر سے آکر مکہ پر ایک زبردست دھاوا کیا، آنحضرتؐ کے پردادا نے مردانہ وار مقابلہ کیا اور ایسا جان توڑ کر لڑے کہ دشمن کو شکست فاش ہوئی اور اسے بھاگتے ہی بنی۔ اس نمایاں کام کے صلہ میں لوگوں نے اس بزرگ کو سردار مکہ مقرر کر دیا اور یہ عہدۂ سرداری میراث میں دے دیا۔

آنحضرتؐ کے والدین

آنحضرتؐ کے والد ماجد حضرت عبداللہ کی عمر کا چوبیسواں سال تھا، جب بی بی آمنہؓ

marfat.com

سے ان کی مناکحت ہوئی۔ آغاز مسرت ہوا ہی تھا کہ اختتام خوشی بھی ساتھ ہی شروع ہو گیا۔ یک لخت کوہِ گم آمنہ کے سر پہ آٹوٹا، عبداللہ تجارت کے لیے سفر کو گئے تھے، واپسی پر جب مدینہ پہنچے تو بیمار ہو گئے، پیغامِ اجل آ پہنچا، اور روح پرواز کر گئی، ابھی عمر کا پچیسواں سال بھی ختم نہ ہونے پایا تھا، کہ قضاوقدر نے آپ کی زندگی کا خاتمہ کر دیا۔ بی بی آمنہؓ کا نخل مراد ابھی بارور ہوا ہی تھا کہ یہ باغبان چمن عالم سے رخصت ہو گیا۔ عبداللہ کو وہ نونہال دیکھنا بھی نصیب نہ ہوا، جسے جگت کو نہال کرنا تھا۔

جو رنج وصدمہ شوہر کی وفات سے بی بی کے دل پر گزرا اس کا تو کیا ٹھکانا، مگر آنحضرتؐ کے دادا عبدالمطلب کی جو جانکاہ حالت تھی، وہ تو حد بیان سے باہر ہے، ادھر سو سال کی عمر، ادھر سب سے چھوٹے لخت جگر اور سب سے پیارے سپوت کا عین عالم شباب میں رحلت کر جانا، خدا امان دے اور دشمن کو بھی اس صدمہ سے محفوظ رکھے۔

بزرگ عبدالمطلب بیٹے کے درد وفات سے بے بس و بے قرار ہو جاتے اور بار بار یہی کلمہ زبان پر لاتے۔

اے راحت جان کیا میں نے تجھے اسی لیے پالا پوسا تھا کہ تو خود تو چل بسے اور اس بڑھاپے میں دکھڑوں کا ورثہ باپ کے لیے چھوڑتا جائے۔ اے اجل! جو تو نے میرے دن اس دنیا پر کاٹ دیئے ہوتے تو میں آج اس عذاب زندگی سے بچ گیا ہوتا۔

صدائے غیب

ادھر بیکسی اور بے بسی کا یہ عالم تھا، ادھر فرشتہ غیب ندا دے رہا تھا۔

کہ اے ہمت کے ہیٹے! اور حوصلہ کے پست! اس وسعت خیال کے میدان میں تو اس تنگ خیالی سے کام نہ لے اور عقل کی باگ ہاتھ سے نہ دے، جس نصیب سے تو بہرہ ور ہے، اس کی تجھے کیا خبر، بھگوان نے جو بھاگ تیرے لیے لکھے ہیں، ان کا تجھے کیا علم۔ کہاں

marfat.com

ہے تیرا دھیان اور تو ہے کس سوچ میں، ذرا ہوش کی لے اور عقل کی آنکھ کھول جس پر یتیم کو مکہ کے پریم نگر میں اپنی چھب دکھلانی ہے، وہ ابھی تیری آغوش الفت میں آ کر نہیں بیٹھا، جس شمع کو اپنی اچھبہ روشنی سے عرب کا اندھیرا اجالا کر دینا ہے، وہ ابھی روشن نہیں ہوئی جس چندرما کو بھارت میں چودھویں کا چاند بن کر چمکنا ہے۔ وہ ابھی نہیں نکلا، جس مہر انور کو اپنے نور سے عالم کو بقعہ نور بنا دینا ہے، وہ ابھی نمودار نہیں ہوا، جس موذن کی آواز کو عرب کے کھنڈروں سے نکل کر ہمالہ کی چوٹیوں پر جا گونجنا ہے، وہ ابھی منبر پر نہیں چڑھا، جس نامور کو تیرا نامی شہر یہ شہر رشک عالم بنانا ہے وہ شہرۂ آفاق ابھی تیرے ہاں پیدا نہیں ہوا۔

ابھی یہ الفاظ اس فرشتہ کی زبان ہی پر تھے کہ

یکایک ہوئی غیرت حق کو حرکت ۔۔۔ بڑھا جانب بوقبیس ابر رحمت
ادا خاکِ بطحا نے کی وہ ودیعت ۔۔۔ چلے آتے تھے جس کی دیتے شہادت

ہوئی پہلوئے آمنہؓ سے ہویدا
دعائے خلیلؑ و نوید مسیحاؑ

سورہ بقر کے رکوع پندرہ میں رقم ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے دعا کی تھی کہ۔۔۔۔

اے خدا! مکہ والوں میں ایک نبی انہیں میں سے بھیج، ایسا ہی سورہ صف کے پہلے رکوع میں بھی مندرج ہے اور انجیل یوحنا کے سولھویں باب میں بھی مرقوم ہے کہ حضرت عیسیٰؑ نے اپنی قوم کو بشارت دی تھی کہ میرے بعد ایک نبی آئے گا۔ نام اس کا احمد ہوگا۔ آنحضرتؐ نے خود بھی کہا ہے کہ میں اپنے دادا حضرت ابراہیمؑ کی دعا اور اپنے بھائی عیسیٰؑ کی بشارت ہوں۔

آخر وہ نیک ساعت آئی، جس کا اشارہ ہو چکا تھا۔ لگا وہ شبہ لگن جس کی منتظر ایک خلق خدا تھی۔ چڑھا وہ سورج بھگوان جس کی سنہری کرنوں سے مشرق میں جگمگ ہونے لگی۔ نکلا وہ

marfat.com

چودھویں کا چاند جس کی چاندنی سے مغرب کی تاریکی شعاع نور بن گئی۔ خدا کا نور ایک خالی پیرہن زیب تن کیے بزم عالم میں جلوہ گر ہوا

کبھی اے حقیقت منتظر نظر آ لباسِ مجاز میں
کہ ہزاروں سجدے تڑپ رہے ہیں مری جبینِ نیاز میں

بی بی آمنہؓ کے ہاں پوت ہوا۔ پوت وہ سپوت کہ جس کی آمد سے عرش و فرش پر اس کی مہمان نوازی ہونے لگی

بطحا کا باشی من موہن جب فرش پہ آیو آنن میں
تب کا سے کہوں میں اے ری سکھی جو دھوم تھی کون و مکانن میں
سب حور و ملائک جن و بشر ساتوں ہی فلک اور سارے نبی
تھی صل علیٰ کی دھوم مچی آتی تھی صدا یہی کانن میں

صانع نے اپنی صنعت کے بارہا کرشمہ دکھائے۔ گوناگوں شمع رو بنائے اور عجیب و غریب ماہ رو دکھلائے، مگر ذات حق نے اب کے وہ کان خوبی بتائی جہاں سے عالم بھر کے خوباں نے اپنی اپنی ملاحت پائی۔

جب حسن ازل پردۂ امکان میں آیا
ہر رنگ بہر رنگ ہر اک شان میں آیا
حرمت سے ملائک نے اسے سجدہ کیا ہے
جس وقت کہ وہ صورت میں انسان آیا
گل ہے وہی، سنبل ہے وہی، نرگس حیران
اپنے ہی تماشہ کو گلستان میں آیا

marfat.com

قانون وہی ساز وہی طبلہ وہی ہے
ہر تار میں بولا وہ ، ہر اک تان میں آیا
اول وہی آخر وہی ظاہر وہی باطن
مذکور یہی آیت قرآن میں آیا

جب پوتے کی پیدائش کی خبر بزرگ عبدالمطلب نے سنی تو مارے خوشی کے مسرت کے آنسو ان کی آنکھوں سے بہ نکلے۔ بیٹے کی جدائی کا زخم پوتے کی ولادت کے مرہم سے بھر گیا۔ غم کی جگہ مسرت نے لی اور دل میں امنگوں اور آرزوؤں نے ہجوم کیا۔

اس خوشی میں دادا نے جگہ جگہ مجلسیں کیں، گھر گھر جشن کیے، پن دان دیئے بوڑھے دادا کو اپنا مرحوم بیٹا پھر دوبارہ نظر آنے لگا۔ ان کے لیے تو گویا عبداللہ نے از سر نو جنم لیا۔ انہیں کیا معلوم تھا کہ یہ اس سرور کائنات نے جنم لیا ہے، جس کے نام کا ڈنکا چاروں اطراف عالم میں بجے گا، اور جس کا جھنڈا میدان ہستی پر اتنی مضبوطی سے گڑے گا کہ نہ اسے مشرق کی ہوا گرا سکے گی اور نہ مغرب کی تیز و تند آندھی متزلزل کر سکے گی۔ ادھر ماں کی یہ کیفیت تھی کہ کہاں تو ہر وقت دامن آنسوؤں سے بھر ا رہتا تھا۔ اٹھتے بیٹھتے جاگتے سوتے آہیں بھرا کرتی تھی اور کہاں اب یہ عالم کہ ہر غم مبدل بہ راحت ہو گیا۔ دنیا سے از سر نو وابستگی پیدا ہو گئی اور عالم سے ٹوٹا ہوا رشتہ پھر بندھ گیا۔

وہ احمد ﷺ جس کی آمد کی بشارت بی بی آمنہ کو فرشتہ نے خواب میں دی تھی۔ اب وہ نور مجسم بن کر آنکھوں کے سامنے تھا۔ بھولی بھالی پیاری ننھی سی صورت، جس کسی نے اس کے لب لعلین و چشم جادو دیکھے۔ حیرت حسن کے سکتہ میں رہ گیا۔

اے چہرۂ زیبائے تو رشک بتان آزری

marfat.com

ہر چند وصفت می کنم در حسن زان بالا تری
تو از پری چابکتری وز برگ گل نازک تری
وز ہرچہ گویم بہتری حقا عجائب دلبری
آفاق ہا گردیدہ ام مہربتان ورزیدہ ام
بسیار خوباں دیدہ ام اما تو چیزے دیگری
تا نقش می بند فلک کس را ندادہ ایں نمک
حوری نہ دانم یا ملک فرزند آدم یا پری
ہرگز نیاید در نظر صورت ز رویت خوبتر
شمسی ندانم یا قمر یا زہرہ یا مشتری

ترجمہ:

1: اے کہ! آپ کا چہرہ آذر کے بتوں کے لیے باعث رشک ہے۔میں جس قدر بھی آپ کے حسن کی تعریف کرتا ہوں آپ کا حسن اس سے بھی بلند تر ہے۔

2: تو پری سے زیادہ شوخ و شنگ ہے اور پھول کی پتی سے زیادہ نازک۔میں جو کچھ بھی آپ کی مدح میں کہوں وہ کم ہے۔خدا کی قسم آپ تو عجیب ترین محبوب ہیں۔

3: میں نے ایک عالم کی سیر کی ہے اور کئی محبوبوں سے اظہار محبت کیا ہے۔میں نے بے شمار حسین دیکھے لیکن تو سب سے منفرد ہے۔

4: آسمان کیسے نقاشی کرے۔کسی کو بھی وہ رنگ نہیں دیا گیا۔آپ کوئی حور ہیں، فرشتہ ہیں، فرزند آدم ہیں یا پری۔

5: میری نظر میں کوئی ایسی صورت نہیں جو آپ سے حسین تر ہو۔نہ سورج ایسا ہے۔نہ چاند، نہ زہرہ کو ایسا سمجھتا ہوں نہ مشتری کو۔

marfat.com

بچہ کو طواف کرانا۔۔۔۔

عرب کے رسم و رواج کے مطابق بزرگ عبدالمطلب پوتے کو طواف کے لیے خانہ کعبہ میں لے گئے۔ حرم محترم میں پہنچ کر انہوں نے حسب معمول سلوں پتھروں کو سجدہ کیا اور بتوں کے سامنے سر جھکایا اور ان کے حضور دعا مانگی کہ اے بتو، میرا بخت خفتہ بیدار ہوا۔ میرا بھولا بھٹکا نصیب یاور ہوا جو میرے بیٹے کے گھر بیٹا ہوا۔ اے مندر کی مورتو میرے بچہ کو زندگی بخشیو اور اس کی عمر دراز کیجیو۔

وائے حسرت! عبدالمطلب کی بھلا وہ کہاں آنکھ جو وہ یہ دیکھ سکتے کہ میرے بچہ کے دست قدرت میں تو ان بتوں کی مرگ دوام ہے۔ وہ تو بت پرستی کا خاتمہ کر دے گا میں بھلا اس بتکدہ میں یہ کیا دعا مانگ رہا ہوں اور اس صنم خانہ میں دست بدعا کس سے ہو رہا ہوں مگر وہ ایک سو سال کا بڈھا بزرگ۔ اس کی تمام عمر گزری مورتی پوجن میں اس نے سینکڑوں پجاریوں کو ان کی پوجا کرتے اور جاتریوں کو ان کی آستین چومتے تو دیکھا، مگر یہ نہ دیکھ سکا کہ بھلا ان سے تسکین قلب کسی کو بھی ہوئی، پھر بھی اس کا اعتقاد کامل تھا کہ جو کچھ ملے گا ان ہی کے در سے اور جب کبھی بگڑی بنے گی تو ان ہی کی جناب سے۔ لیکن کون اس بزرگوار کو سمجھاتا کہ اس کے لات و ہبل محض اینٹ اور پتھر ہیں اور اگر کوئی سمجھاتا بھی تو کب کسی کی سنتا۔ اس نے وہی کچھ کیا جو اس کے آباؤ اجداد پشت ہا پشت سے کرتے چلے آتے تھے۔ آخر بت پرست بزرگ اس بت شکن بچہ کو طواف کرا کر اور خود بتوں کے سامنے دعا مانگ کر گھر واپس لے آیا۔ کنبہ قبیلہ کو اکٹھا کیا۔ راگ رنگ کی محفل رچائی اور دھوم دھام سے خوشی منائی۔ بچہ کا نام نامی اسم گرامی محمدؐ رکھا گیا۔

زباں پہ بارِ خدایا یہ کس کا نام آیا
کہ میرے نطق نے بوسے میری زباں کے لیے

marfat.com

یہ پیارا بچہ اپنی دودھ پلائی ماں حلیمہؓ کے ساتھ قریباً چار سال رہا۔ اس کے بعد ابھی تقریباً دو ہی سال اس نے اپنے گھر اپنی ماں کے ساتھ گزارے تھے کہ قضا و قدر نے پردۂ مفارقت درمیان میں حائل کر دیا۔ ماں کے نصیب میں یہ لکھا نہ تھا کہ وہ اپنی محبت کے پودے کو پھولتا پھلتا دیکھتی۔ بی بی آمنہؓ راہی ملک عدم ہو گئی۔ اور چھ سال کا بچہ پیچھے چھوڑ گئیں۔

تھوڑا عرصہ ہی گزرنے پایا تھا کہ ایک نئی آفت سر پر آ پڑی۔ ماں کی وفات کے بعد اس یتیم بچے کو صرف دادا کا آسرا رہ گیا تھا۔ اب وہ بھی چل بسے اور محمدؐ آٹھ سال کا یتیم بچہ یکہ و تنہا رہ گیا۔ لاچار تو ماں کی موت نے ہی کر دیا تھا۔ اب دادا کی رحلت نے بالکل ہی عاجز کر دیا۔ مرضی مولیٰ! شریف گھرانے کا لڑکا اور شریف مکہ کا پوتا آن کی آن میں بیکس و بے خانماں ہو گیا۔

مگر یہاں ایک راز الٰہی پنہاں تھا۔ قدرت کو یہ منظور تھا کہ اس یتیم بچے کو وہ منصب عطا کرے جس کے سر انجام دینے کے لیے ذاتی تجربے، صبر و تحمل اور قوت برداشت کی غیر معمولی ضرورت تھی۔ اس لیے قدرت نے اسے دنیا میں یکہ و تنہا چھوڑ دیا تا کہ وہ ہر آنے والی مصیبت کو بچشم خود دیکھ سکے دکھ درد کو سمجھ سکے۔ چنانچہ دنیا نے دیکھا کہ زمین عرب کا یہ لاچار بیکس یتیم، مفلسوں اور یتیموں کا والی اور ہر دکھ ہر درد کا درمان بنا۔

مصیبت میں غیروں کے کام آنے والا
وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا
فقیروں کا ملجا ضعیفوں کا ماویٰ
یتیموں کا والی غلاموں کا مولیٰ

marfat.com

باب 2

امین وصادق

اب آگے پیچھے کوئی نہ تھا۔ جواس یتیم بچے کی پرورش کرتا۔ ظاہر ہے ماں باپ کے سوا کون کسی کو پالتا ہے۔ لیکن قدرت خداوندی اس معصوم کی پرورش کا انتظام اس طرح کرتی ہے کہ آپؐ کے چچا ابو طالب جو ایک بڑے کنبہ پرور شخص تھے آگے بڑھے اور انہوں نے پرورش اپنے ذمہ لی۔ پالا پوسا اور اپنے ساتھ تجارتی کاروبار میں بھی شریک کرلیا۔ ایام طفولیت سے لے کر قریبا پچیس برس کی عمر تک چچا بھتیجا دونوں شراکت میں تجارت کا کام کرتے رہے۔ آپؐ نے اپنی صداقت وسچائی اور خوش معاملگی سے کاروبار میں بڑی شہرت حاصل کی۔ یہاں تک کہ لوگ آپ کو ''امین'' اور ''صادق'' کے خطاب سے مخاطب کرنے لگے۔ تجارت اور صداقت ہردو ضدین ہیں ان کا ساتھ ساتھ نبھانا گویا آگ اور پانی کو ملانا ہے۔ تجارت وہ پیشہ ہے کہ جس کے اشتیاق کی اگنی کو اگر حسد وحرص کے بھوت ساتھ ساتھ دھونکتے نہ جائیں۔ تو بنج بیپار کا بازار آناً فاناً ٹھنڈا ہو جائے۔ خواہ کوئی کتنی ہی جنس بے بہا کیوں نہ رکھے، جب تک اسے دھوکے کا رنگ نہ دے اور اسے فریب کے شیشے میں نہ اتارے بھلا کوئی گاہک کیونکر پھنسے، جس جگہ میں محبت کا معیار زر اور پریت کی پرکھ پیسہ ہو گیا وہاں مال ومتاع کے خریداروں کی دلداری بھلا بجز ریاکاری کس طرح ہوگی جس جگ میں حرص وہوس کا اس قدر زور ہو محبت کا عالمگیر قحط ہو وہاں مکروفریب سے دور بھاگنا، راستی پر چلنا، جھوٹ سے کنارہ کرنا اور ''صادق'' و

marfat.com

''امین'' کہلانا یہ کس کا کام ہے!

پھر سچ بولنا کس روئے زمین پر؟ عرب کے اندھیرے میں، جہاں نہ عقل کی روشنی نہ تمیز کا اجالا جسے دیکھو اندر باہر سے کالا جہاں لوگ ہر برے فن میں ماہر ہوں اور ہر سیاہ ہنر میں طاق، وہاں راستی برتنا اپنا ہی منہ کالا کرنا ہے، ایسے بدکرداروں میں نیکوکار ہوکر رہنا یہ کس کا کام ہے!

پھر سچ بولنا کس عمر میں، جب سن ہو چوبیس پچیس، عین جوانی اور اندھی مستانی، اس وقت جوانی کی امنگیں اور شباب کے ولولے اپنی دھن میں بشر کو ایسا اندھا اور بے لگام بنا دیتے ہیں کہ وہ دائیں بائیں نگاہ تک نہیں کرتا کہ کہاں ہے راہ راست اور کدھر ہے کجروی۔ اسے خبط ہوتا ہے تو بس اک اپنے خیال سے کہ جس طرح بھی ہو، خبط پورا ہو، جھوٹ موٹ جو بھی بن آئے بناؤ۔ مگر اپنا جنون نبھاؤ، جوانی ایک بری بلا ہے۔ جوانی کے ندی نالہ جب طغیانی پر آجائیں تو بڑے بڑے گنی پنڈتوں اور دھرم وان کبیشروں کو ان کے سبھی گیان گوشت سمیت آگے بہالے جائیں۔ جوانی کے اس عالم میں صادق القول کہلانا بشر کے مقدور سے باہر ہے اور انسان کی طاقت سے بعید مگر یہاں حقیقت ہی کچھ اور ہے۔

آؤ لوگو، دیکھو طلسم حق ہے۔ اے آنکھوں والو۔ دیکھو ''تربیت کے سلسلہ کو درہم برہم نہ کرو اور نرنکار کے نور کو اجسام خاک میں نہ ملاؤ'' آؤ لوگو۔ اس ''امین'' کو دیکھو۔ یہ امن روپ ہے۔ یہ سندر سروپ ہے، اے کانوں والو، آؤ، اس ''صادق'' کو سنو، یہ قرآن ہے، یہ صداقت کا پیغام ہے۔

حضرت خدیجہؓ

ان دنوں مکہ میں ایک بیوہ بڑے شریف خاندان کی رہا کرتی تھیں۔ ان کا نام خدیجہ تھا۔ عمر تقریباً چالیس برس کی تھی ان کے پاس مال و اسباب اور سامان تجارت کی کافی بہتات

marfat.com

تھی۔انہیں ضرورت تھی ایک ایسے لائق منتظم کی جو کاروبار کو خوش اسلوبی سے سنبھال سکے۔

ان کے کانوں تک بھی آپ کی تعریف و توصیف پہنچی کہ ایک نوجوان محمدؐ نامی بڑا ہونہار ہے۔قول کا سچا اور زبان کا پورا ہے۔لقب اس کا ''امین'' اور خطاب اس کا ''صادق'' ہے۔خدیجہؓ کہنے لگی کہ اگر آدمی میرے ہاتھ آجائے تو میرا ابھی بگڑا کام بن جائے۔

خدیجہؓ نے آپ کو پیغام بھیجا کہ اگر تم میری ملازمت اختیار کرلو اور میرے کام کو دیانتداری کے ساتھ چلاؤ تو میں تمہیں اس آمدنی سے دوچند دیا کروں گی جواب تمہیں ہوا کرتی ہے مجھے دیانت دار اور راست گفتار آدمی کی بڑی ضرورت ہے۔اگر تم میرے مال کو اپنا مال سمجھو اور میرے نقصان کو اپنا نقصان تو پھر جو حق خدمت بھی تم مانگو، مجھے دینے میں دریغ نہ ہوگا۔

خدیجہؓ کی ملازمت۔۔۔۔

جب آپؐ کو پیغام ملا تو آپؐ نے اپنے چچا سے مشورہ کے بعد یہ فیصلہ کیا کہ جو خدمت صداقت و دیانتداری کے نام پر پیش کی جائے اسے قبول کر لینا چاہیے۔چنانچہ خدیجہؓ کے کاروبار میں چلے گئے اور ان کے کام کاج کا انتظام اپنے ہاتھ میں لے لیا۔

ابھی تک تو خدیجہؓ نے سنی تعریف پر آپؐ کو بلوایا تھا اور کام آپؐ کے سپرد کر دیا تھا۔ اب اپنی آنکھوں دیکھا کہ محمدؐ کو نہ دکھلاوے سے غرض ہے نہ نمود و نمائش سے کام نہ انہیں دن کو چین ہے نہ رات کو آرام۔بس انہیں ایک ہی دھن ہے صداقت اور سچائی کی اور ایک ہی خیال ہے اپنے فرض کی ادائیگی کا۔

جب بی بی خدیجہؓ کو محمدؐ کی صداقت و دیانتداری اور حسن انتظام کا پوری طرح یقین ہوگیا اور تجارتی کاروبار میں خاصی ترقی ہونے لگی تو ایک دن محمدؐ کی غیر معمولی اور ہمہ گیر خوبیوں سے متاثر ہو کر خدیجہؓ کے دل میں یہ خیال آیا کہ ایسا شخص جو تجارتی دنیا کی کٹھن و دشوار

marfat.com

گزار گھاٹیوں میں بھی صداقت وسچائی کا دامن نہیں چھوڑتا یقیناً غیر معمولی انسان ہے اگر یہ رفیق کار ہونے کے ساتھ ساتھ میرا رفیق حیات ہونا بھی قبول کر لے تو زہے نصیب رفتہ رفتہ یہ خیال بی بی خدیجہؓ کے دل میں جگہ حاصل کرنے لگا لیکن ان کو جرأت نہ ہوتی تھی کہ اپنی درخواست پیش کریں۔ بالآخر انہوں نے ایک معتبر قاصد کے ذریعہ اپنا پیغام اس پیکر صداقت و امانت کی خدمت میں بھجوایا اور نکاح کی تمنا ظاہر کی۔ اس وقت تک آپؐ کو خدیجہؓ کی تجارتی ذمہ داریاں لیے ہوئے کافی دن گزر چکے تھے اور اس اثناء میں انہیں خدیجہؓ کی حق شناسی وطبعی سعادت کے مطالعہ کا پورا موقعہ مل چکا تھا۔ لیکن پھر بھی انہوں نے کوئی فوری فیصلہ نہیں کیا۔ اپنے بزرگ چچا ابو طالب کو خدیجہؓ کے اس پیغام سے وساطتاً مطلع کیا۔ خود بھی غور وفکر کیا۔ چچا نے اپنی رضامندی ظاہر کی۔ اس کے بعد آپؐ نے شادی کو منظور فرمالیا اور آپ کا خدیجہؓ کے پیش کردہ پیغام شادی کو منظور کرنا ان عام بشری خواہشات کی بنا پر نہ تھا جو ہم انسانوں کی دنیا میں اکثر وبیشتر پایا جاتا ہے کیونکہ اس وقت خدیجہؓ کی وہ صاف اور ستھری فطرت اور وہ حق شناسی وراست پسندی تھی جس نے محمدؐ کی رفاقت کا شرف حاصل کرلیا۔

خدیجہؓ ایک نہایت ہی معاملہ فہم خاتون تھیں اور حد درجہ وفا شعار۔ انہوں نے اپنا تن من دھن سبھی کچھ اپنے پیارے میاں پر قربان کر دیا اور کسی چیز کو بھی دنیا میں ان سے عزیز نہ سمجھا۔ آپ ﷺ کو آسودہ حال بنایا۔ آپ ﷺ کی دشمنوں سے جان بچائی۔ آپ ﷺ کی نبوت پر سب سے اول ایمان لائیں۔ نکاح کے بعد پندرہ برس تک زندہ رہیں اور اپنے دھرم پتی سے اس طرح پریم پریت کی زندگی نباہی کہ وفاداری اور جاں نثاری کا نقش آپؐ کے دل پر ہمیشہ قائم رہا جسے نہ تو وقت ہی ہٹا سکا، نہ کسی کا رشک ہی مٹا سکا۔ آپؐ خدیجہؓ کی وفات کے بعد جب کبھی انہیں یاد کرتے تو آہ سرد بھرتے، ایک دفعہ جو آپؐ نے ان کی یاد میں ٹھنڈا سانس بھرا تو عائشہ جو آپ ﷺ کی ایک حسین اور نوجوان بیوی تھیں کہنے لگیں کہ اے رسول اللہ ﷺ کیا

marfat.com

خدیجہؓ بوڑھی نہ تھیں۔ اور اللہ نے آپؐ کو اس بجائے بہتر عورت نہیں عطا کی۔ آپؐ نے فرمایا: ''جب میں غریب تھا تو اس نے مجھ سے شادی کر کے آسودہ حال بنایا، جب مجھے سب لوگ جھوٹا کہتے تھے تو اس نے مجھے سچا جانا، جب کل عرب میرے خلاف تھا، تو اس نے میرا ساتھ دیا''۔

واقعات قبل از رسالت

ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات، جس شخص کو پیغمبری کی مسند پر بیٹھنا تھا۔ اور جس پر وحی نازل ہونی تھی۔ اس کی زندگی کے واقعات قبل از نزول وحی خود ہی ایک قوی شہادت اس امر کی دے رہے تھے کہ یہ بشر عوام الناس سے نہیں ہے۔ یہ انسان کسی اور ہی طبقہ سے ہے۔ واقعات صریحاً جتلا رہے تھے کہ اس کے اقبال کے ستارہ کو کس عرش بریں پہ جا کے چمکنا ہے اور اس کے جلال کی شمع کو کس محفل کا سنگار بننا ہے۔

غلام زید کی رہائی

ایک شخص زیدؓ نامی غلام خدیجہؓ کے بھتیجے کے پاس رہا کرتا تھا، اس نے خدیجہؓ کو بطور تحفہ یہ غلام نذر کر دیا تھا۔ آپ ﷺ کی نگاہ جو اس غلام کی غلامی پر پڑتی، تو غیرت انسانی کی ایک لہر سی دل میں جوش مارتی، طرح طرح کے خیالات دل میں پیدا ہو جاتے اور کئی قسم کے ارادے دل میں اٹھ کھڑے ہوتے، آخر آپؐ نے ایک دن اسے خدیجہؓ سے مانگ ہی لیا اور از روئے بندہ پروری اس بندہ خدا کو آزاد کر دیا، خدا کی شان، وہ بندگی اس بندہ کو ایسی بھا گئی تھی کہ اس نے مخلصی پا کر بھی اپنے آقا کا دروازہ نہ چھوڑا۔

marfat.com

محبت پر آپ فریفتہ تھے اور وفا پر فدا، اس وفاداری نے زیدؓ کی قدر و قیمت آپؐ کی نگاہ میں اور بھی زیادہ کر دی۔

قدرِ زر زرگر شناسد، قدر جوہر جوہری
قدر گل بلبل شناسد قدر عنبر را علی

ترجمہ:

1: سونے کی قدر سنار جانتا ہے اور جواہرات کی جوہری۔ پھول کا مقام بلبل سمجھتی ہے اور منبر کا علیؓ۔

آپؐ نے اپنے ہی خاندان میں زیدؓ کی شادی کا انتظام بھی کر دیا۔ کہاں وہ کل کا غلام، کہاں اسے آج برابر کا بھائی بند بنا سامنے بٹھا لیا۔ اس فرشتہ خصلت کا یہ وہ کرشمہ تھا کہ جس کی نظیر اس زمانہ کی تاریخ میں کسی جگہ نہ ملے گی۔

بھلا کون برداشت کر سکتا ہے کہ اس کا غلام اس کے پہلو بہ پہلو آ بیٹھے اور غلام بھی اس زمرہ کا جس کی حیات و موت اس کے مالک کی تابع مرضی ہو جہاں مالک نے چاہا اپنے غلام کو مچھر کھٹمل کی طرح کچل دیا اور کیڑے مکوڑے کی طرح پاؤں تلے روند دیا۔

ایسے بے کس بندہ پر عرب کے اندھے اندھیرے میں رحم کرنا اور ترس کھانا اور پھر اپنے خاندان میں ہی غلام کی شادی کر کے اس بندہ نوازی کو بدرجہ برابری پہنچانا بشر کے مقدور سے دور ہے۔ یہ غلام پروری اسی بندہ پرور کے لیے ہی مخصوص تھی، جس کو رسالت کی عدالت پر بیٹھنا تھا، یہ معدلت گستری وہی کر سکتا تھا، جس کو حق نے حق پہنچانے کو بھیجا تھا کہ وہ انسان انسان میں کوئی امتیاز نہ رکھے اور خالق کی سب مخلوق کو یکساں جانے۔

marfat.com

سنگ اسود۔۔۔۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ مکہ معظمہ میں خانہ کعبہ کی عمارت کی از سرِ نو تعمیر در پیش تھی ۔ ہر ایک کنبہ یہ عزت اپنے لیے چاہتا تھا کہ وہ خود سنگ اسود اٹھا کر اس جگہ پر لے جا کے رکھے، بحث مباحثہ اس بات پر بہت ہوا، مگر نتیجہ بجز فساد کچھ نہ نکلا، آخر ان لوگوں نے یہ تجویز ٹھہرائی کہ یہ معاملہ تقدیر پر رہنے دو اور جو شخص کل صبح دم سب سے اول خانہ کعبہ کے دروازے میں داخل ہو اس کے فیصلہ پر یہ معاملہ چھوڑ دو، خدا کی شان سب سے اول جو شخص وہاں سے گزرا، وہ آپؐ کی ذات بابرکات تھی چنانچہ یہ ثالثی آپؐ پر چھوڑ دی گئی۔ آپؐ نے کہا ایسا کرو کہ ایک چادر بچھا دو، اس پر میں خود سنگ اسود رکھ دیتا ہوں، تم اپنے اپنے قبیلہ سے ایک ایک آدمی انتخاب کر لو۔ یہ سب چاروں کنارے چادر کے پکڑ لیں اور جہاں اسے لے جا کر رکھنا ہے وہاں لے چلیں۔ اس جگہ میں چادر سے اٹھا کر اسے اوپر رکھ دوں گا۔ یہ فیصلہ چونکہ ثالثی تھا۔ سب کے دل کو بھا گیا عدل اور انصاف کے ترازو میں تلے ہوئے ایسے فیصلہ جات اور اس رام رنگ میں رنگے ہوئے کہ عجیب وغریب حالات ایک سمجھدار کی سمجھ کو تو گرداب فکر کے ایسے تلاطم میں لیے جا رہے تھے کہ وہ ششدر و حیران ہوا جاتا تھا کہ عالم کی ہوا کس رخ چل رہی ہے اور یہ ناخدا اپنی ناؤ کس جانب لیے جا رہا ہے۔

معرفت اور گیان کی لو

آپؐ کی طبیعت میں لڑکپن ہی سے یہ بات موجود تھی کہ آپؐ کافی دور آبادی سے تنہائی میں جا بیٹھتے اور من بچار کرتے رہتے، بالعموم غارِ حرا میں آپؐ کا جانا ہوا کرتا تھا، یہ غار

marfat.com

مکہ سے خاصی دور ایک سنسان سی جگہ واقع تھی تقریباً سارا ماہ رمضان کا آپؐ خلوت میں اس غار میں بسر کیا کرتے تھے اور آنکھیں بند کیئے دل کے دروازے کھولے بیٹھے رہتے تھے جوں جوں وقت گزرتا گیا دل کی گہرائی اور طبیعت کی بلندی بھی ساتھ ساتھ زیادہ ہوتی گئی، طرح طرح کے خیالات آپؐ کے دل میں اٹھتے۔ کہ میں کون ہوں اور کہاں سے آیا ہوں؟ کیا مقصد ہے میرا یہاں اور کہاں ہے میری منزل مقصود؟ یہ پرند، یہ چرند اور انسان، حیوان، یہ گل و گلزار اور اشجار وانہار ہیں کس کے؟ کوئی آخر مالک بھی تو ہے ان کا، یہ کھیل کس نے ہے بنائی اور یہ رام لیلا کس نے رچائی؟ آخر ان کعبہ کی مورتیوں کو یہ طاقت کہاں کہ یہ بے جان بت نظام دنیا کا سنبھالیں، نہ ان سل کے پتھروں کی یہ طاقت کہ یہ عنان عالم ہاتھ میں لیں۔ تو پھر ہے کس صانع کی یہ صنعت سازی اور کس کی کلک قدرت کی ہے یہ قلمکاری؟ اہواۓ طبقوں میں یہ تحریک کس کے اشارہ سے ہے؟ اور اس جل تھل پانی میں یہ حرکت کس کے ایماء سے ہے؟ آخر کوئی فرمانروا اس مملکت کا ہوگا، مگر وہ کدھر ہے؟ مجھے کیوں نظر نہیں آتا؟ اور میرے من کی ترشنا نہیں بجھاتا؟ یہ بھڑک دل کی دن دونی رات چوگنی ہوتی چلی گئی اور سوچ بچار کے مٹائے نہ مٹ سکی۔ ہر فکر کا غواص جو عقل کے سمندر میں غوطہ لگاتا تو بجائے در تسلی بیسیوں تفکرات اور ساتھ لے آتا۔

جب کہ تجھ بن نہیں کوئی موجود
پھر یہ ہنگامہ اے خدا کیا ہے
سبزہ و گل کہاں سے آئے ہیں
ابر کیا چیز ہے، ہوا کیا ہے
یہ پری چہرہ لوگ کیسے ہیں

marfat.com

غمزہ و عشوہ و ادا کیا ہے
شکن زلف عنبریں کیوں ہے
نگہ چشم سرمہ سا کیا ہے

عالم میں اندھیر

ادھر طبیعت جو اتنی اونچی پرواز کر رہی تھی، جب ذرا نچلے عالم پر کہیں نگاہ: الٹی تو دنیا اسے ایک ایسے راجا کی پرجا دکھائی دیتی، جسے رعیت کی خوشحالی اور خلق کی فارغ البالی سے کچھ سروکار نہیں ہوتا، کوئی لڑے، بھڑے، جئے، مرے کسی کی بلا سے، ہر طرف ریاکاری کا بازار گرم نظر آتا اور بدکاری کی اجناس رونق پر، لچے، غندے کی تو ہر طرف پوچھ پرتیت، بھلے پرش کی کوئی پرسش نہیں، جو ایک کو شر سے کام ہے تو دوسرا کوئی فتنہ پر تلا ہے، کوئی فساد پر آمادہ، کوئی گدا گر بھوک سے لاچار ایک نوالہ روٹی کے لیے جان سے لاچار ہوا چلا رہا ہے۔ زرداروں میں سے تو کسی کو اس کا درد نہیں، جو کوئی مکار ریاکار مفلس کا مال چھین دنیا کی دولت لوٹ اپنے انبار بھرتا چلا جا رہا ہے تو کسی حاکم کو اس کی فکر نہیں۔ یہ خیالات ایسے دامنگیر ہوئے کہ آپؒ کی طبیعت بار ہا یہی حجت پیدا کرتی کہ کون ہے فرمانروائے عالم اور کہاں ہے اس جگت کا پرت پالن؟ یہاں راج ہے تو کام کرودھ کا، یہاں ڈنکہ بجے ہے تو لوبھ موہ ہنکار کا۔ یہ کیا رچنا رچا ہے! آخر اور یہ کیا کھیل ہے کرتار کا!

ایں چہ شوریست کہ در دور قمری بینم
ہمہ آفاق پر از فتنہ و شری بینم
اسپ تازی شدہ مجروح بزیر پالان

marfat.com

طوقِ زریں ہمہ در گردن خری بینم
ہیچ شفقت نہ برادر بہ برادر دارد
ہیچ مہرے نہ پدر را بہ پسری بینم
دختراں راہمہ جنگ است و جدل بامادر
پسران را ہمہ بدخواہ پدری بینم

ترجمہ:

1: یہ کیا ہنگامہ ہے کہ میں چاند کو گردش میں دیکھ رہا ہوں۔ پوری کائنات فتنہ وفساد سے بھری پڑی ہے

2: اعلیٰ نسل کے گھوڑے بوجھ تلے پس رہے ہیں اور گدھوں کی گردنوں میں سونے کی زنجیریں پڑی ہیں۔

3: بھائی کو بھائی سے کوئی محبت نہیں رہی اور باپ کو بیٹے سے کوئی شفقت نہیں رہی۔

4: بیٹیاں ہر وقت ماں سے لڑ جھگڑ رہی ہیں اور بیٹے باپ کے خلاف بدخواہی کے جذبات رکھتے ہیں۔

marfat.com

باب 3

نزولِ وحی

آخران سوالات کے جوابات کا وقت بھی آپہنچا اب ہر ساعت من کے گیان میں کٹنے لگی اور ہر گھڑی معرفت کے دھیان میں گزرنے لگی۔ الغرض ذات سے ذات مل گئی اور حق کے نور سے اندر لو ہو گئی۔

ہوئے محو عالم سے آثار ظلمت
کہ طالع ہوا ماہ برج سعادت
نہ چھٹکی مگر چاندنی ایک مدت
کہ تھا ابر میں ماہتاب رسالت
یہ چالیسویں سال لطفِ خدا سے
کیا چاند نے کھیت غارِ حرا سے

ایک دن حسب معمول آپؐ غارِ حرا میں بیٹھے سوچ میں محو تھے کہ ناگاہ ایک آواز غیب سے آئی کہ ''اے محمدؐ پڑھ'' آپؐ نے جونہی آواز سنی گھبرا اٹھے کہ یہاں نہ آدم نہ آدم زاد، یہ کیا ماجرا ہے، مدتوں میں یہاں آتا رہا، ایسا واقعہ کبھی پہلے پیش نہیں آیا۔ آپؐ ابھی اسی خیال میں تھے کہ دوبارہ ندا آئی کہ ''اے محمدؐ پڑھ''۔ اس پر آپؐ نے کہا میں کیسے پڑھوں، میں امی ہوں، مجھے پڑھنا نہیں آتا''۔

اتنے میں پھر آواز آئی کہ۔۔۔۔۔

marfat.com

پڑھ اپنے پروردگار کے نام سے جو خالق ہے۔ جس نے جمے ہوئے خون سے انسان جیسی پُر حکمت مخلوق پیدا کی۔ پڑھ اپنے پروردگار کے نام سے جو بہت کرم کرنے والا ہے۔ جس نے قلم کے ذریعہ علم سکھایا۔ انسان کو وہ کچھ سکھلایا جو وہ نہیں جانتا تھا''

ستارہَ بدرخشید و ماہِ مجلس شد
دل رمیدہَ مارا انیس و مونس شد
نگارِ من کہ بمکتب نرفت و خط ننوشت
بغمزہ مسئلہ آموز صد مدرس شد

ترجمہ:

1: ستارہ چمکا اور مجلس کا چاند بن گیا۔ ہمارے غمزدہ دل کے لیے مونس وغم خوار ہو گیا۔

2: میرا محبوب جو نہ کسی مکتب میں گیا اور نہ کچھ پڑھا لکھا۔ اس نے اپنے ایک اشارے سے صدہا اساتذہ کے مسائل حل کر دیئے۔

نزول آیت ہونا ہی تھا کہ آپؐ کی طبیعت پر حیرت سی چھا گئی آپؐ نے غار سے نکل کر فوراً گھر کی راہ لی اور آپ بیتی اپنی چہیتی کو آ سنائی۔

اتر کر حرا سے سوئے قوم آیا
اور اک نسخہ کیمیا ساتھ لایا

خدیجہؓ مسلمہ اول

خدیجہؓ ایک مدت سے دیکھ رہی تھی کہ میرا شوہر شاہوں کی شوکت اور فرشتوں کی خصلت رکھتا ہے، نہ اسے کوئی اور انسان آپؐ کے پایہ کا عرب میں نظر آتا تھا، نہ اس خوبی کا بشر

marfat.com

کہیں قرب وجوار میں۔ جونہی کہ اس نے غار کا واقعہ سنا، فوراً ہی بات کو پا گئی اور کہنے لگی۔

''کہ اے میرے سر کے تاج، تجھے تاج سروری عالم مبارک ہو، فی الحقیقت یہ وحی ہے، جو تجھ پر نازل ہوئی ہے، یہ پیغام الٰہی جبریل تیرے لیے لایا، تو رسول خداً ہے تو نبیؑ ہے، اور میں تجھ پر ایمان لاتی ہوں''۔

سبحان اللہ! وہ خدیجہؓ جس نے آپؐ پر اپنا زر و مال قربان کیا۔ وہ خدیجہؓ جس نے آپؐ کی صداقت وراست بازی سے متاثر ہو کر اپنا دل آپؐ کو نذرانے میں دیا۔ وہی خدیجہؓ آج اپنے باپ دادا کا دین بھی آپؐ پر نچھاور کیے جا رہی ہے۔ رفیق سے رفاقت ہو تو اس طرح کی اور دوست سے دلی صداقت ہو تو اس نوع کی، بھلا ایسے بے نظیر بشر سے بڑھ کر کون اس لائق تھا جو مسلم اول کا منصب پائے، چنانچہ خدائے برحق نے حق والے کو اس کا حق دیا اور حضرت خدیجہؓ کو مسلم اول کیا ابھی تھوڑا ہی وقت گزرنے پایا تھا کہ حضرت خدیجہؓ کے چچازاد بھائی ورقہؓ بھی ایمان لے آئے اور آپؐ کے چچازاد بھائی علیؓ اور زیدؓ (رہائی یافتہ غلام) بھی ایمان لائے۔ گھر کے ان آدمیوں کے ساتھ ہی حضرت ابوبکرؓ جو مکہ کے بہت عالی نظر آدمی اور آپؐ کے عزیز دوست تھے اسلام سے مشرف ہو گئے۔ یہ سب آپؐ کے ساتھ ویرانوں میں جاتے اور خلوت میں رحمان نام کا سمرن کیا کرتے۔ کچھ وقت تو اسی طرح گزرا اور چند ایک اشخاص اور بھی ساتھ شامل ہو گئے مگر تین برس کے عرصہ میں صرف تیرہ افراد ایسے نکلے، جن کی آنکھ کھلی اور جن کی نگاہ نور حق پر پڑی۔

marfat.com

باب 4

اعلان نبوت

آنحضرتؐ نے جب دیکھا کہ اب وقت آ گیا ہے کہ اس کام کو برملا کیا جائے اور پیغام حق ڈنکے کی چوٹ پر سنایا جاوے، تو آپؐ نے یہ تجویز کی کہ چالیس اشخاص کنبہ کنبہ سے اکٹھے کیے اور ان کو دعوت کے لیے بلایا اور اثناء گفتگو میں ان سے اپنی نبوت کا ذکر بھی کرنا چاہا مگر کسی نے توجہ نہ کی، نہ کسی نے رغبت ہی ظاہر کی بلکہ بعض بیہودوں نے تو اس معاملے کو ہی محض بیہودہ جانا۔ اسی محفل میں علیؓ بھی موجود تھے، ان سے نہ رہا گیا، وہ بول اٹھے اور کہنے لگے ''یا نبی اللہؐ''، اگرچہ سب سے خورد سال اس جماعت میں میں ہی ہوں اور مجھے بولنا بھی نہیں آتا، مگر میں یہ کہے بغیر بھی نہیں رہ سکتا کہ میں آپ کی منزلت خوب سمجھتا ہوں اور آپؐ کے کلام کی وقعت بہت اچھی طرح پہچانتا ہوں، میں ہر طرح جیسا آپؐ کا ارشاد ہوگا، اس کے مطابق آپؐ کی خدمت بسر و چشم کرنے کو تیار ہوں''۔ سب کو ایک ادھیڑ عمر کے ان پڑھ (محمدؐ) اور ایک سولہ برس کے لڑکے (علیؓ) کا یہ فیصلہ کر لینا کہ وہ دونوں مل کر تمام دنیا کے خیالات کے خلاف کوشش کریں گے ایک مضحکہ کی بات معلوم ہوئی اور لوگ قہقہہ لگا کر منتشر ہو گئے مگر ان ہنسی کرنے والوں کو یہ کہاں علم تھا کہ وہ وقت بھی آنے والا ہے، جب ان ہنسنے والوں کی حماقت پر خود ایک آدھ آدمی نہیں بلکہ اک زمانہ ہنسے گا۔

مشرکوں کی دھمکی

جوں جوں توحید کا اعلان آنحضرتؐ کرتے تھے اور اپنی نبوت کا اظہار کرتے تھے،

marfat.com

اتنی ہی مخالفت بڑھتی جاتی تھی۔ یہ لوگ خدا کا نام سنتے ہی آگ بگولا ہو جاتے اور جب بتوں کے خلاف کوئی کلمہ سن پاتے، تو پھر تو اپنے آپ سے باہر ہو جاتے۔ ایک دن چند ایک سرکردہ لوگوں نے مل کر آنحضرتؐ کے چچا سے جا کے شکایت کی، بلکہ طیش میں آ کے لعن طعن کی بوچھاڑ آپ پر باندھ دی، بزرگ ابوطالب سے یہ لوگ کہنے لگے، کہ تیرا مجنوں برادر زادہ اب کہتا پھرتا ہے کہ میں خدا کا پیغام لایا ہوں اور میں اس کا پیغمبرؐ ہوں، کون ہے اسؐ کا خدا اور کہاں کے یہ ہیں پیغام۔ اسؐ کے دماغ میں کچھ خلل معلوم ہوتا ہے ہمارے بتوں کے خلاف جن کی پوجا پرستش ہم سب اور خود اسؐ کے آباؤ اجداد آج تک کرتے چلے آئے ہیں۔ یہ شخصؐ زبان درازی کرتا ہے اور ان مورتیوں کو یہ برا بھلا کہتا ہے، ہم بھلا یہ کب گوارا کر سکتے ہیں، ہم تو صرف تمہاری خاطر اب تک چپ رہے ہیں، اگر ہم کو تمہارا پاس خاطر نہ ہوتا، تو ہم نے کبھی کا اسے ٹھنڈا کر دیا ہوتا اور ایسا سبق سکھایا ہوتا کہ آئندہ اس نے ایسی حرکت کرنے کی جرات نہ کی ہوتی۔ اگر تم اسکو ان حرکات سے روک سکتے ہو، تو روکو، یہ وقت ہے ورنہ ہم اس کا سر قلم کر دیں گے اگر تم اسؐ کا اور اپنا بھلا چاہتے ہو تو اسؐ کے منہ کو بند کرو اور اسؐ کی زبان کو قفل لگاؤ۔

بزرگ کی رسالت پر گفتگو

بزرگ نے آپؐ کو بہت کچھ کہا سنا اور سمجھایا بجھایا کہ بیٹا آخر کل تیرہ تو آدمی ہیں، تمہاری جماعت کے اور ان کے حوصلہ پر تم نے عرب کے لوگوں سے مخالفت کی کمر باندھ لی ہے اس پونجی پر یہ دعوی اور اس بے سروسامانی پر اتنا بیڑا۔ یہ تمہارا خیال خام ہے۔ اسے دور کرو اور اس خبط کو سر سے نکال ڈالو۔ اپنی جان کی سلامتی مانگو اور مجھے دو دن آرام سے کاٹنے دو، میں نے تم سے کہیں زیادہ دنیا دیکھی ہے اور عرب والوں کے خصائل سے زیادہ واقف ہوں۔ یہ بات اگر بڑھ گئی تو میری تمہاری ہر دو کی خیر نہیں، عرب کے لوگ ہمیں جیتا جی نہیں چھوڑیں گے، بیٹا تم کو واسطہ ہے اسی خدا کا، جس پر تم کو اتنا بھروسہ ہے کہ اپنی جان کی خیر مناؤ، اور ان لوگوں

marfat.com

سے جھگڑا نہ پیدا کرو۔

آنحضرتؐ نے جب ادھر اپنے چچا سے یہ کیفیت سنی اور ادھر لوگوں کی وہ سرتوڑ مخالفت دیکھی تو خیال تو یہ تھا کہ آپؐ کا ارادہ سست پڑ جاتا اور حوصلہ پست، مگر عرب کا ہونہار فرمانروا اور دین اسلام کا علم بردار یہ گفتگو سن کر ایسے جوش میں آیا کہ اس کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں اور بزرگ سے مخاطب ہو کر یوں کہنے لگا۔

آنحضرتؐ کا جواب

''اے میرے چچا، آپ نے مجھے پالا پوسا اور میری پرورش کی ہر طرح سے نگہبانی اور نگرانی کی، اس لیے ہر بات میں آپ کی رضامندی میرے لیے سعادت مندی ہے اور آپ کی خوشنودی میں میری بہبودی، مگر اے بزرگوار! میں دین کے عوض دنیا کا خریدار بننا نہیں چاہتا اور اسلام ترک کر کے اپنی جان بچانا نہیں چاہتا، اگر آسمان سے آفتاب اور مہتاب اتر کر میرے دائیں اور بائیں آجائیں جب بھی میں یہ ارادہ ترک نہیں کر سکتا''۔ آپ مجھے چھوڑ جائیں، یہ تیرہ افراد بھی مجھ سے منہ موڑ جائیں، خلق خدا مجھ سے تعلق نہ رکھے مگر میں اپنے خدا سے تعلق نہیں چھوڑوں گا، مجھے بھوک پیاس کا مقابلہ کرنا پڑے، دنیا کی تمام ذلت واذیت اٹھانی پڑے، ہر دکھ اور درد سے واسطہ پڑے، مجھے موت کے منہ میں بھی اگر جانا پڑ جائے تو بخوشی جاؤں گا، مگر اپنے خدائے برحق کے حکم سے منہ نہیں موڑوں گا، مجھے اس حاکم کا حکم ہے کہ میں توحید پھیلاؤں اور حقیقت کو بتوں کے پنجہ سے چھڑاؤں، اس کے پیغام کا اعلان مجھ پر عین فرض ہے ، کیونکہ میں اس کا پیغام بر ہوں، جب تک میرے دم میں دم ہے، حق کی یاد میرے دل میں رہے گی اور اس کا نام میری زبان پر، کوئی بشر اسے ہٹا نہیں سکتا ہے اور کوئی انسان اسے مٹا نہیں سکتا۔ اس بارے میں آپ کی سب کوشش لا حاصل ہے اور تمام سعی بے سود ہے، میرا اور آپ کا اصولی اختلاف ہے اور یہ اتفاق ہو ہی نہیں سکتا۔

marfat.com

بزرگ نے جب یہ سنا تو پانی پانی ہو گیا، بے ساختہ کہنے لگا کہ بیٹا میں نے آٹھ سال کی عمر سے تجھے پالا ہے، اب تو چالیس بیالیس کا ہے، اب تک ہماری اچھی نبھ گئی، اب میرا تھوڑا وقت باقی ہے، یہ بھی جوں توں کر کے گزر جائے گا۔ بے شک ہماری رائے ایک دوسرے سے جدا ہے۔ مگر ہم خود تو ایک دوسرے سے جدا نہیں ہو سکتے اور نہ ہی ہوں گے۔ تجھے جو بھلا معلوم ہوتا ہے تو کر اور جو تیرے خدا نے کہا ہے تو کہہ، میں تیرے ساتھ ہوں اور ساتھ رہوں گا۔ جو تیرا دشمن ہو گا۔ وہ میرا کہاں سجن ہو سکتا ہے۔

کفار کی منصوبہ بازی

مشرکین مکہ جب اس چال میں کامیاب نہ ہوئے تو انہوں نے سوچا کہ یہ وار تو ہمارا خالی گیا، اب کوئی اور داؤ چلائیں اور نیا پیچ لڑائیں، صلاح مشورہ کرتے رہے۔ آخر تجویز یہ ٹھہری کہ زر کے زور سے اسے قابو میں کیا جائے، رشوت کا دام پھیلایا جائے اور کسی حیلے حجت سے محمدؐ کو اس میں پھنسایا جائے، چنانچہ ایک شخص کو تعینات کیا گیا، جو آپؐ کے پاس جائے اور آپؐ کو سمجھائے اور یہ کہے کہ تم کعبہ کے بتوں اور ہمارے معبودوں کے خلاف سخت کلمات استعمال نہ کیا کرو اور نہ خدا پرستی کا چرچا کیا کرو، اگر تم اس بات کو مان جاؤ، تو ہم اس کے عوض میں جو منصب تم چاہتے ہو، تمہیں اس پر سرفراز کر دیں گے، مگر ہم چاہتے یہ ہیں کہ تم زباں درازی بند کرو اور ہر وقت یہ خدا خدا نہ کیا کرو۔

قاصد یہ پیغام مشرکین کا لے کر آپؐ کے پاس آیا اور سب معاملہ بالتفصیل آپؐ کو کہہ سنایا۔ آنحضرتؐ نے جواب میں فرمایا کہ۔

''میں پیغمبر خدا ہوں اور اس کا پیغام دنیا کے لیے لایا ہوں۔ مجھ پر لازم ہے کہ میں تم کو اللہ کی عبادت کا راستہ بتاؤں، تم سے رام نام جپاؤں اور مندر کی مورتیوں کی پوجن چھڑاؤں نہ تمہارے مال کی طمع مجھے اس کام سے ہٹا

marfat.com

سکتی ہے نہ تمہارے منصب کا لالچ میرے دل سے یہ خیال مٹا سکتا ہے۔ اے بھولے بھٹکے لوگو، کیا تم نے مجھے اتنا ہمت کا ہٹیا اور حوصلہ کا پست جان رکھا ہے، جب تک دم میں دم ہے، اللہ کے نام کا ڈنکا بجاؤں گا اور توحید کا پرچار کروں گا، بتوں کی پوجا تمہارا ایمان ہے اور رام کا نام تمہارے لیے کفر مجھے یہ کفر تمہارے ایمان سے افضل ہے اور سدا افضل رہے گا۔"

من لذتِ درد تو بدرماں نفر و شم
کفرِ سرِ زلفِ تو بایماں نفر و شم
صد جا بستانم کہ دہد دامنت از دست
دشوار بدست آمد و آساں نہ فروشم
در دل نہ خیال گل روئے تو خلیدہ
کارے کہ بصد گلشن رجوان نہ فرو شم
کام دو جہاں در عوض غم نہ ستانم
ایں جنس گرامی بکس ارزان نہ فروشم

ترجمہ:

1: عشق جلتی ہوئی آگ پر بٹھا دیتا ہے۔ عشق ذلت کی خاک پر لوٹ پوٹ کرا دیتا ہے۔

1: میں آپ کے درد کی لذت کو علاج کے بدلے فروخت نہیں کرتا، تیری زلف کے سرے کے کفر کو ایمان کے عوض فروخت نہیں کرتا۔

2: میں سو مقامات پر کھڑا ہوتا ہوں تاکہ کہیں تیرا دامن ہاتھ میں آجائے۔ یہ بڑی مشکل سے میرے ہاتھ آیا ہے۔ اس لیے میں اسے آسانی سے نہیں بیچ سکتا۔

3: دل میں تیرے چہرے کے پھول کا خیال جو موجود ہے میں اس خیال کے کانٹے کو بھی

marfat.com

رضوان کے صد ہا باغوں کے عوض بھی نہیں بیچ سکتا۔

4: میں جہاں بھر کی خوشی تیرے غم کے بدلے نہیں دے سکتا۔ یہ عظیم شے ہے میں اسے کسی کے ہاتھ سستے داموں نہیں بیچ سکتا۔

کوئی کسی کے لیے نہ جان دیتا ہے اور نہ ہی پگھلاتا ہے یہ عشق ہے کہ یہ کام بصد شوق کرواتا ہے۔

قاصد یہ جواب سن کر اپنا سامنہ لیکر واپس ہو آیا اور آ کے سب حال احوال انہیں سنایا، کہ بھائی، وہ محمدؐ تو تمہاری ایک نہیں مانتا لات مارتا ہے تمہاری دولت پر اور لعنت بھیجتا ہے تمہاری منزلت پر، کوئی دولت خدائی اسے ایسی ہاتھ لگی ہے کہ نہ اسے پروا ہے تمہاری جاہ کی، نہ اسے فکر ہے تمہاری حشمت کی، اب جو تم بن سکتا ہے بنالو، وہ خدا کو نہیں چھوڑنے کا، چاہے تم اس سے ساری دنیا چھوڑالو۔ یہ واقعہ سن کر مشرکان بڑے طیش میں آئے اور آگ بگولہ ہو گئے۔ قبیلہ قبیلہ کے آدمیوں کو بلوایا کہ مل کر باہمی کوئی ایسی تجویز ٹھہرائی جائے جس سے ہمارا چھٹکارا محمدؐ کے ہاتھوں سے ہو جائے۔

آنحضرتؐ کے قتل کا منصوبہ

یہ شخصؐ بڑا قادر الکلام ہے، بات کرتا ہے اور آدمی کو موہ لیتا ہے، سوال اس ڈھب پر لاتا ہے کہ انسان لاجواب ہو جاتا ہے، مگر اسؐ کے سر پر کوئی جن بھوت ضرور سوار ہے اور یہ اس مرض سے لاچار ہے، کوئی کاہن یا ماندری بلاؤ اور اس کا علاج کراؤ، اس کے دماغ میں ضرور خلل ہے، کیونکہ بت ہماری پوجن ہے اور یہ بتوں کی نندیا کرتا ہے اور ہر وقت خدا خدا کرتا رہتا ہے۔ اسی نوع اور ڈھنگ کی تدبیریں پیش ہوتی رہیں اور ہر ایک اپنی اپنی بساط کے مطابق اپنی جہالت وحماقت کا نمونہ دکھلاتا رہا۔ آخر ایک شخص جو نسبتاً ذرا عقل کا زیادہ ہی دھنی تھا، رہ نہ سکا اور جھنجھلا کے کہنے لگا کہ ہمارا کبھی اس طرح اس شخص سے چھٹکارا نہیں ہوگا، جب تک یہ زندہ

marfat.com

ہے ہمیں زندہ درگور کیے رکھے گا، جو میری سنو، تو کوئی نہ کوئی حیلہ حجت سامنے رکھو اور اس کا قلع قمع کر دو، یہ دردِ سر دور ہو جائے اور روز روز کا جھگڑا ختم ہو جائے، تم یہ کیا لمبی لمبی تجویزیں روز گڑھتے رہتے ہو اور یہ بہار داستان کھول دیا کرتے ہو، بھلا تمہاری ان باتوں سے اس کو باز آ جانا ہے، وہؐ بڑا جادوگر ہے، تم نے اسے سمجھ ہی کیا رکھا ہے۔ اس ''دور اندیشی'' کی سب نے داد دی اور اس ''عقلمندی'' پر واہ واہ کہی۔

بریں عقل و دانش بباید گریست

سب نے باتفاق اس رائے کو پسند کیا اور ارادہ پختہ کر لیا۔ پھر کیا تھا، آخر بداعمالوں نے حرکات ناشائستہ پر کمر باندھی بڑھتے بڑھتے نوبت بانجا رسید، کہ جہاں سے آنحضرتؐ کو رات کو گزرنا ہوتا، وہاں یہ بدکردار جا کر راستہ میں کانٹے اور خار دار جھاڑیاں بچھا آتے، جہاں کہیں آپ کو وعظ کے لیے جانا ہوتا، یہ پہلے ہی پہنچ جاتے اور لوگوں کو بہکاتے اور اس قدر شور و شر مچاتے کہ حاضرین کچھ سن نہ سکتے اور آپ تنگ ہو کر واپس چلے آتے جہاں دیکھا کہ آپؐ نے کھانے کو کچھ چیز سامنے لا کے رکھی ہے۔ فوراً ہی آ گئے اور کوڑا کرکٹ بابتر، جو بھی اس وقت ہاتھ چڑھا، اٹھایا اور اوپر دے مارا اور غلاظت سے کھانا بیکار کر دیا، جہاں کہیں برسرِ راہ یہ بد باطن آنحضرتؐ کو مل جاتے تو اس طرح بے تحاشہ اینٹ پتھر ڈھیلے آپ پر چلاتے کہ بعض اوقات آپؐ کے ٹخنوں ٹانگوں سے خون بہ نکلتا۔ الغرض کوئی اذیت نہ تھی جو مشرکان نے سامنے نہ لا دکھائی ہو۔ غیروں سے تو بھلا کوئی کیا گلہ کرے خویش و اقارب بھی دشمن جاں ہو گئے۔ ایک ایسی ہوائے تند خونی چلی کہ جہاں کہیں بھی کسی نے آپؐ کو اکیلا دوکیلا پایا پکڑا کھینچا مارا گھسیٹا اور کسی نہ کسی نوع کا دکھ دیئے بغیر نہ چھوڑا۔

ایک دن ایسا واقعہ پیش آیا کہ اگر خوش قسمتی سے ابوبکرؓ وہاں نہ پہنچ جاتے اور پنجہ سے نہ چھوڑاتے تو انہوں نے کھینچ کھینچ کر اور زمین پر گھسیٹ گھسیٹ کر جان ہی سے مار ڈالا

marfat.com

ہوتا۔ آپؐ کی جان بخشی تو ابو بکرؓ نے خدا خدا کر کے کرائی، مگر ان کی اپنی جان ظالموں کے پنجہ میں ایسی پھنسی کہ بڑی مشکل سے ہی انہوں نے خود رہائی پائی، آپؐ کی جماعت میں ایک جان نثار بنام عمارؓ تھا ایک دن ان بدطینتوں نے اسے اور اس کے لڑکے کو پکڑ لیا اور زمین پر گرم ریت بچھا کے ان دونوں کو اوپر لٹا دیا اور پتھر کی سلیں ان کی چھاتی پر رکھ دیں اور ان سے مطالبہ کیا کہ محمد ﷺ کو فحش گالیاں دو ورنہ تم یہیں ان پتھروں کے نیچے دب کے مر جاؤ گے۔ عمارؓ کی بیوی نے جب شوہر اور پسر ہر دو کو اجل کے منہ میں شکار ہوتے ہوئے دیکھا تو چلا اٹھی، زار زار رونے لگی اور ان ظالموں کو بددعا دینے لگی، اس جرم کی پاداش میں اس کو بھی پکڑ لیا گیا، اس کے کپڑے چیر پھاڑ کے پھینک دیئے اسے تن برہنہ کر دیا اور پھر کیا کچھ اس کے ساتھ نہ کیا، وہ بے گناہ بچاری مصیبت کی ماری محمدؐ کے دین پر واری وہیں جاں بحق ہو گئی۔

عشق است کہ بر آتش سوزاں بہ نشاند
عشق است کہ برخاک مذلت غلطاند
کس بہر کسے سر ندہد جاں نگدازد
عشق است کہ ایں کار بصد صدق کناند

marfat.com

باب 5

عہد نامہ عدم تعلق

بنی ہاشم کے قبیلہ کے لوگ جن میں سے کہ آپؐ خود بھی تھے آپ کو بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ اگر چہ صرف چند ہی شخص ان میں سے موجود تھے جنہوں نے اس وقت تک اسلام قبول کیا تھا مگر وہ یہ برداشت نہ کر سکتے تھے کہ دوسرے قبیلہ کے لوگ ان کے قبیلہ کے ایک شخص کو تیز نگاہ سے دیکھیں، یہ تقاضا بھائی بندی کا تھا اور حمیت خاندانی اس پر مجبور کرتی نتیجہ یہ ہوا کہ جھگڑا بجائے شخصی کے اب خاندانی ہو گیا۔ قریش نے اب علانیہ مخالفت پر کمر باندھ لی اور قسم کھالی، بلکہ ایک اقرار نامہ بنایا کہ جب تک بنی ہاشم کے لوگ محمدؐ کو ہمارے حوالے بغرض قتل نہ کر دیں گے۔ تب تک ہمارا ان سے قطع تعلق رہے گا۔ باہمی قول و قرار کروائے کہ نہ کوئی ان کے ساتھ کھائے، پیے، نہ رشتہ ناطہ کرے، نہ ان کے ساتھ کاروبار کرے اور نہ ان کے ساتھ کوئی خرید و فروخت کرے۔ جو خلاف ورزی ان شرائط کی کرے گا اسے ذات برادری سے خارج کر دیا جائے گا۔ اس عہد نامہ پر سرکردہ اشخاص کے دستخط ثبت کرائے گئے۔ اصل کاغذ خانہ کعبہ میں آویزاں کیا گیا اور نقل اس کی ابوجہل کی خالہ کی تفویض میں رکھی گئی۔ تا کہ اس جدید حرکت کو بھی اسی جاہل کے خاندان سے ہی نسبت رہے، شعب کی یہ شرارت مدتوں چلتی رہی اور اس سے کیا کیا اذیت بچارے مسلمانوں نے نہ سہی اور قادر رہا، چاہ چشموں سے ان کے لیے پانی لینا مصیبت ہو گیا۔ الغرض شعب کی بستی میں قریش نے قحط ڈال دیا اور ہر طرف سے ان کا ناکہ بند کر دیا، بعض رحم دل اشخاص جو بنی ہاشم کے بچوں کو بھوک پیاس سے لاچارہ

marfat.com

دیکھتے اور شب کو ان کا بلبلانا پڑوس میں سنتے تو ان کے کلیجے ابل اٹھتے آخر قریش کے چند اشخاص کو ان کی گئی گنوائی عقل نے پھر شکل آدکھائی، تین سال کے بعد ایک بندہ خدا نامی ہشام مرد میدان بن کر سامنے آیا اور اس نے سب کو خوب ڈانٹا، کہنے لگا۔ ''کیا یہی تمہاری انسانیت ہے کہ یہ بچے تمہاری آنکھوں کے سامنے بھوکے مرا کریں اور تم عیش و آرام سے رہا کرو، آخر جرم ہی ان کا کیا ہے اور کس کی تقصیر کے یہ لوگ مجرم ہوئے ہیں'' یہ کیفیت سن کر چند ایک اور آدمی بھی اس رائے کی تصدیق میں اس کے ساتھ شامل ہو گئے۔ لاچار ایک دن بزرگ ابو طالب نے خود ان لوگوں سے کہا کہ بھائی ''تم وہ کاغذ منگواؤ، جس پر یہ عہد نامہ لکھا گیا تھا اور جس میں محمدؐ کا اور اسکے خدا کا اور باقی سب کا چرچا رقم ہے۔ میں سنتا ہوں کہ جو عہد نامہ تم لوگوں نے لکھا ہے اس کے کاغذ کو کیڑے لگ گئے ہیں، نام خدا کے سوائے اور کوئی حرف پڑھا نہیں جاتا، محمدؐ نے مجھ سے ایسا بیان کیا ہے اس پرچہ کو طلب کرو، اگر یہ بیان سچ نکلے تو ہم لوگوں کو اس زحمت سے خلاصی دو اور اگر غلط نکلے تو محمدؐ کو ہلاک کرو'' عہد نامہ منگوایا گیا اور دیکھا گیا تو آنحضرتؐ کا کہنا صحیح پایا گیا، اس پر بہادر ہشام اور چار جوانمرد جو اس کے ہم خیال تھے، بول اٹھے کہ یہ تمام کاغذ لچر تھے اور یہ سب تجویز لغو تھی ہم کوئی پابند اس تحریر کے نہیں ہیں۔ کاغذ ٹکڑے ٹکڑے کر کے پھینک دیا اور تین سال گزر جانے کے بعد ان لوگوں کو اپنی نوشت تحریر کی لغویت سمجھ میں آئی اور بے گناہ بے تقصیر مسلمانوں کے بچوں نے عذاب سے نجات پائی۔

marfat.com

باب 6

ہجرت حبشہ

جب دکھ کے دن طول پکڑتے گئے اور درد کی راتوں کا خاتمہ دیکھتے دیکھتے آنکھیں ترس گئیں تو رسولؐ نے اپنی مٹھی بھر جماعت اسلام کو اکٹھا کیا اور یہ مشورہ دیا کہ تم یہاں سے ہجرت کر جاؤ آپؐ نے ان سے مخاطب ہو کر کہا کہ۔۔۔۔۔۔۔

اے دین الٰہی کے نگہبانو اور شجر اسلام کے باغبانو، تمہارا اب یہاں ٹھہرنا نامناسب ہے۔ مشرکان کی تعدی حد سے بڑھ گئی ہے اور ہر مسلم کی جان عذاب میں پھنس گئی ہے۔ اب مناسب طریق یہی ہے کہ تم مع عیال اطفال ان دشٹ لوگوں کی صحبت سے کنارہ اختیار کرو اور نجاشی بادشاہ حبشہ کی بادشاہی میں جا پناہ لو کہ وہ خدا ترس سنا جاتا ہے، اگرچہ میری طبیعت کو بڑا قلق ہے کہ مجھے تم سے علیحدگی اختیار کرنی پڑے گی اور تم کو مجھ سے مگر اے مسلمانو، تم کو علم رہے کہ ایک عالم کی امیدیں تم سے وابستہ ہیں اور روز قیامت کو اپنی سرخروئی، تو یہاں سے نکلنے کی فکر کرو، تا کہ یہ نونہال اسلام مکہ کی مشرک ہوا سے بچ جائے اور ان آندھیوں سے محفوظ رہ کر نشونما پا جائیں، اے مومنو! کمر ہمت باندھو، اور چلنے کی تدبیر کرو، مولا بھلا کرے گا۔

مسلم بچارے اسلام کے پیارے حکم نبی اللہ ﷺ کا سننا تھا کہ فوراً تیار ہو گئے ان غریبوں نے مسکن و مکان چھوڑا، گھر بار چھوڑا، باپ، دادا کا وطن چھوڑا مگر رسول اللہؐ کے حکم سے منہ نہ موڑا۔ حیرت کا مقام ہے کہ آپؐ کی امت کے اس وقت آدمی بھی صرف یہی ہوں

marfat.com

اور پچیس سے زیادہ کسی بھی نہ ہوں اور ہوں بھی اس قدر جاں نثار کہ پل بھر میں سبھی کچھ چھوڑنے کو تیار ہو جائیں، آفریں ہے ایسے دلدادوں پر اور صد آفرین ایسے دلدا علیہ پر، ان بچاروں نے تھوڑا بہت زادراہ ساتھ لے لیا اور بال بچہ کو ہمراہ لے، اللہ کی آس اور رسول علیہ کے آسرے پر چل پڑے کہ شاید ہمیں وہاں کوئی دن آرام سے سانس لینا ملے اور چند دن زندگی کے ان کفاروں کے ظلم سے نجات ملے، اس امید پر افتاں وخیزاں راستہ کی تکالیف اٹھاتے سفر کے دکھ جھیلتے شاہ حبش کی سلطنت میں آخر آہی پہنچے۔

مشرکان کا تعاقب

ان خوش نصیبوں کے بخت ان سے بھی زیادہ تیز تر نکلے، وہ ان سے قبل ہی آنمودار ہوئے، مشرکین مکہ بھلا کہاں برداشت کر سکتے تھے کہ مسلم کوئی گھڑی سکھ کی گزاریں، ان کا آرام ہی تو ان کا درد تھا، مسلمانوں کے حبش میں وارد ہوتے ہی یہ بھی پہنچ گئے، یہ لوگ بہت سے تحفہ تحائف ساتھ لائے تھے۔ انہوں نے امیروں، کبیروں کو نذریں پیش کیں اور ان کو رشوت دے کر خوب پہلے ہی گانٹھ لیا۔ جب یہ سب تانا بانا انہوں نے کر لیا تو کفار مکہ نے پھر بادشاہ حبش کے روبرو اپنی حاضری دے کر عرضی پیش کی کہ یہ مسلمان ہمارے غلام ہیں اور مکہ سے بھاگ کے آئے ہیں اس لیے انکی گرفتاری کا حق ہمیں حاصل ہے۔ ہمیں شاہ کے دربار سے مدد ملے تاکہ ہم ان کو واپس گھر لے جائیں۔

ساتھ ہی یہ بھی عرض داشت کی کہ ان لوگوں نے اپنا ایک نیا مذہب کھڑا کر لیا ہے اور خانہ کعبہ کے معبودوں کے خلاف یہ عوام کو برانگیختہ کرتے رہتے ہیں اور ان کی شان کے خلاف منہ سے بہتان بولتے رہتے ہیں، نہ کوئی ان کا دھرم ہے، نہ ایمان ہے، شرارت سے ہر وقت ان کو کام ہے۔ بادشاہ یہ نالش سن کر کہنے لگا کہ خواہ کچھ بھی انکا مذہبی اعتقاد ہو، جب وہ وہاں

marfat.com

سے بھاگ کر آئے ہیں اور میرے ملک میں پناہ کے لیے آئے ہیں تو میں ان کو تمہارے حوالے کس طرح کردوں، جب تک کہ ان کے خلاف کوئی جرم عائد نہ ہو، ضرور ان لوگوں پر وہاں کوئی نہ کوئی سختی عائد کی گئی ہوگی۔ ورنہ اپنا گھر بار چھوڑ کر دیس سے پردیس کون آتا ہے۔ ایک تو یہ پہلے ہی مظلوم ہیں، اب تم چاہتے ہو کہ میں ان پر اور ظلم کروں کہ ان کو یہاں سے نکال دوں اور تمہارے حوالہ کردوں، میں یہ نہیں کرنے کا، میں ان کو اپنے سامنے بلالیتا ہوں اور ان کا جواب دعویٰ لیتا ہوں، دیکھوں تو وہ کیا کہتے ہیں، ان کا عذر بھی تو سنوں۔

مسلمانوں کا بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہونا

مسلمانوں کو جب حکم طلبی کا ملا، تو بیچارے بڑے گھبرائے اور کہنے لگے کہ یا خدایا اب یہ نئی کیا آفت ہم پر نازل ہونے لگی۔ اگر ہم یہاں سے بھی نکالے گئے تو پھر جائیں گے کہاں، یا اللہ کوئی جگہ آخری تیری خدائی میں ہے بھی ہمارے لیے، ہم در بدر خاک چھانتے پھرتے ہیں اور ٹھکانا نہیں ملتا، یا اللہ تیرے خطا کار بندے ہیں مگر اس وقت تو ہمارا گناہ یہی ہے کہ ہم تیرے نام پر جان نثار ہیں تو اپنے نام کی لاج رکھ اور ہمیں پناہ دے، یہ ہمارے چھوٹے چھوٹے بال بچے اور یہ ہماری بے سروسامانی دیکھ، ہم وطن سے بے وطن ہوئے گھر سے بے گھر، اب نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے قہر درویش، بر جان درویش، آخر یہ غریب کر ہی کیا سکتے تھے چل پڑے اور شاہ کے دربار میں حاضر ہوئے۔ جب دونوں فریق آمنے سامنے دربار میں پیش ہوئے تو کفار مکہ تو رسم ورواج کے مطابق بادشاہ کے سامنے سجدہ کر کے بڑے ادب اور قرینہ سے ایک طرف کھڑے ہو گئے لیکن جب مسلمانوں کی باری آئی تو انہوں نے سلام تو کیا۔۔۔۔ مگر سجدہ کو سر نہ جھکایا، یہ بات وزیروں کبیروں نے اخذ کر لی، اس معاملہ کو خوب رنگ آمیزی سے بڑھایا اور حاشیہ پر حاشیہ چڑھایا، مسلمانوں سے مخاطب ہو کر کہنے لگا، کہ تم لوگ تو فی الواقع بڑے شوخ

marfat.com

معلوم ہوتے ہو جب تم بادشاہ کے روبرو ایسی بیبا کی اور گستاخی سے پیش آئے ہو، جب تم میں اتنی شوخی شرارت موجود ہے کہ شاہ جہاں پناہ کو تم نے سجدہ نہیں کیا، جس سے تم پناہ چاہتے ہو، تو یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کہ تم نے مکہ والوں کا قافیہ بھی تنگ کر رکھا ہو، تم پہلے اس نامعقول حرکت و شرارت کا جواب دو، اس طرح کی بہت باتیں بنا کر بادشاہ کو بھڑکانے کی کوشش درباریوں نے کی، مگر ان کی کچھ پیش نہ چل سکی۔ بادشاہ نے مسلمانوں سے دریافت اصل واقعہ کی شروع کی۔ ان سے پوچھا کہ بتاؤ تمہارا جواب دعویٰ کیا ہے؟

مسلم گروہ کے سرگروہ جعفرؓ (حضرت علیؓ کے بھائی) تھے وہ جواب کو آگے بڑھے اور کہنے لگے کہ اے بادشاہ سلامت امیروں نے جو سجدہ کا اعتراض ہم پر کیا ہے یہ درست نہیں، گستاخی ہمارے نزدیک نہیں آئی، نہ بے ادبی ہماری بیت میں ہے مگر ہمارا مذہب ہم کو یہ تعلیم دیتا ہے کہ سجدہ کرنا لازم ہے صرف خدا کو اور سوائے خدا کے کوئی بندہ سزاوار سجدہ نہیں ہے، ہم کو یہ فرمان رسول ﷺ کا ہے اور ہم اس کے خلاف نہیں چل سکتے۔

یہ گفتگو سن کر نجاشی بادشاہ جو کہ خود عیسائی تھا، کہنے لگا، مسلمانو! تمہارا رسول خدا ﷺ کون ہے، جس کا تم حوالہ دے رہے ہو۔ وہ کون شخص ہے، جس نے تم کو یہ تعلیم دی ہے اور تم یہ بھی بتاؤ کہ تم مکہ سے بھاگ کر یہاں کیوں آئے ہو اور کیا واقعی تم ان لوگوں کے غلام ہو؟ یہ فرمان شہ کا سن کر جعفرؓ پھر آگے بڑھے اور یوں عرض کی۔

جعفرؓ کی معجزہ بیانی

اے بادشاہ سلامت، ہم لوگ مسلمان کہلاتے ہیں۔ ہم امت نبی ﷺ کی ہیں، جس کا نام محمدؐ ہے اور جو رسول خدا ﷺ ہے۔ اس نے ہم پر بڑے کرم فرمائے ہیں پہلے ہم مردار کھایا کرتے تھے، پتھر کے بت پوجتے تھے، لڑکیوں کو پیدا ہوتے ہی زندہ دفن کر دیا کرتے

marfat.com

تھے۔ ہر وقت ہمیں جھوٹ سے کام تھا اور فریب سے غرض، خدائے ایزد نے ہمارے لیے اب ابر رحمت بھیجا جس نے رحمت کی برکھا برسائی۔

رہے اس سے محروم آبی نہ خاکی
ہری ہو گئی ساری کھیتی خدا کی

اب ہمارا ایمان خدائے واحد پر ہے، بت پرستی کو ہم کفر سمجھتے ہیں، عورت ذات کی عزت کرتے ہیں، دنگہ فساد سے گریز کرتے ہیں، یتیموں کے مال سے سخت پرہیز کرتے ہیں اور نام مولا مفلسوں کو زکوٰۃ دیتے ہیں، یہ تمام اللہ کی برکت ہم کو رسول ﷺ کے فضل سے نصیب ہوئی ہے، اے حاکم وقت! یہ ہے ہمارا جرم، جس کی پاداش میں ہم مکہ سے نکلے اور یہی ہے ہماری تقصیر۔ اے حبش کے حاکم ہم نے تیرا شہرہ سنا ہے کہ تو ایک عادل بادشاہ ہے اور عاجزوں کی پناہ ہے، تیرے در پر ہم دور سے چل کر آئے ہیں۔ اور بڑی امیدیں باندھ کر آئے ہیں ہم بھی کیا یاد رکھیں گے کہ تیری اس عظیم الشان سلطنت میں ایک دس بیس اناتھوں کے مسکن کے لیے دو چار جھونپڑیوں کی جگہ نہیں رہی۔

بترس از آہِ مظلوماں کہ ہنگامِ دعا کردن
اجابت از درِ حق بہرِ استقبال می آید

ترجمہ:

مظلوموں کی آہ سے ڈرو کہ بددعا کرتے وقت ذاتِ حق سے قبولیت خود اس کی طرف پیش

marfat.com

قدمی کرتی ہے۔

مسلمانوں کے غم کی داستان اوران کے قبول اسلام کا تذکرہ سن کر بادشاہ کا دل بھر آیا۔ ان سے مخاطب ہو کر کہنے لگا۔

مسلمانو! تم پر اور تمہارے رسول ﷺ پر آفرین، میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ وہی رسول ﷺ ہے، جسکا ذکر میں نے انجیل میں پڑھا اور عیسیٰ ابن مریم نے جس کی بشارت انجیل میں دی ہے۔ ''یہ اسی نور کی شعاعیں ہیں جس کا جلوہ موسیٰ پر ہوا تھا''۔

ادھر مشرکین مکہ کی سفارت کو بادشاہ نے حکم سنایا کہ میں ان مسلمانوں کو ہرگز تمہارے حوالہ نہیں کروں گا۔ کوئی جرم ان پر عائد نہیں ہوا۔ تمہارا دعویٰ باطل ہے اور خارج ہے یہ مسلم لوگ جو میرے ملک میں پناہ گزیں ہونے کے لیے آئے ہیں ان کو عام اجازت ہے، جہاں یہ چاہیں، آباد ہو جائیں، کوئی ممانعت ان کے لیے نہ ہوگی۔

marfat.com

باب 7

مشرکین کی چالبازیاں

مشرکین مکہ نے جب آپ ﷺ کو اب بالکل اکیلا پایا، تو اس وقت کو مفید جانا اور طرح طرح کی چالبازیوں پر آمادہ ہو گئے۔ ہر چند آپؐ نے حوصلہ و ہمت سے کام لیا۔ مگر مخالفت ہر جانب سے روز افزوں ہوتی ہی گئی۔ آخر آپؐ نے یہ ارادہ کرلیا کہ اس جگہ کا قیام ترک کر دیا جائے اور اپنا ٹھکانا کہیں اور بنایا جائے۔

همصفیرانِ چمن ہم سے چمن چھوٹے ہے
ہائے اے شامِ غریباں کہ وطن چھوٹے ہے

نبی اللہ ﷺ کا طائف جانا

پہلے آپؐ نے اب شہر طائف کا رخ کیا کہ وہاں چلیں اور چل کر توحید کی تبلیغ کریں۔ دل میں سوچا کہ اس وقت مکہ کی پتھریلی زمین میں وحدانیت کی تخم ریزی رائیگاں ہے، یہاں اب ٹھہرنا بھی ناممکن ہوا جا رہا ہے۔ طائف کو چلیں ان لوگوں کو کلام الٰہی سنائیں اور جو دو چار دن مکہ سے باہر گزر جائیں گے۔ وہی غنیمت ہیں۔ ان ظالموں کے پنجہ سے کچھ تو نجات ملے گی، مگر مشرکین مکہ نے پہلے سے ہی طائف میں خبر پہنچا دی کہ فلاں فلاں شخص آ رہا ہے، تم

marfat.com

خبر دار رہنا اگر تم کو اپنی اور اپنے معبودوں کی کوئی عزت وتوقیر منظور ہے تو اس شخص کو نزدیک نہ آنے دینا، یہ شخص بڑا "فصیح البیان" ہے اور سحر جادو سے اسے ہر وقت کام ہے۔ جو کوئی اس ﷺ کی بات سن لے گا، وہ اسی ﷺ کا ہو رہے گا۔ خبر دار رہنا اور اسے ﷺ پاس نہ آنے دینا، یہ خبر کیا پہنچی کہ وہاں تو لڑائی کی تیاریاں شروع ہو گئیں، ہر کسی نے یہی سمجھا کہ یہ تو کوئی ان پر بلا ٹوٹ پڑی ہے سب اکٹھے ہو گئے اور لڑائی کے لیے ڈٹ گئے۔ ایک رسول خدا ﷺ ایک طرف اور تمام طائف دوسری طرف ایک کا علاج دو ہوتا ہے، بھلا جہاں دو تو کیا، اکٹھے دو ہزار انسان اٹھ کھڑے ہوں، وہاں بھلا کوئی کیا کرے۔

یہ لوگ اونچے اونچے ٹیلوں پر چڑھ گئے اور اینٹ پتھر، تیر کمان ساتھ لیکر مورچہ بنا کر بیٹھ گئے۔ آنحضرت ﷺ کے شہر میں داخل ہونے پر ان بدکرداروں نے ایسی بارش برسائی اور طائف کے طفلوں سے ذلت کرائی کہ آپؐ لہولہان ہو گئے اور اسی حال میں واپس پلٹے اور بمشکل تمام شہر کے باہر نکل کر ایک درخت کے نیچے لیٹ گئے۔ یہ سب کچھ ہوا مگر آپؐ کا خدا پر ایمان اور اپنی کامیابی پر یقین اور بھی بڑھتا جاتا تھا، آپؐ کا آزاد غلام زیدؓ آپؐ کی تلاش میں یہاں پہنچا۔ آپ کو اس حالت میں دیکھ کر اس کا دل خون ہو گیا۔ اس نے کہا۔ آپؐ طائف والوں کے حق میں بددعا کیوں نہیں کرتے تا کہ طائف کے درختوں اور باغوں پر پتھر برسیں اور یہ بستی برباد ہو جائے، جس نے خدا کے سچے پیغمبر ﷺ کو محض اس لیے اتنا دکھ پہنچایا کہ وہ ان کو گمراہی سے نکلنے کی تلقین کر رہے تھے۔

زیدؓ کی یہ بات سن کر آپؐ مسکرائے اور جواب دیا کہ میں اس دنیا میں خدا کا قہر بن کر نازل نہیں ہوا۔ میں تو رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ کیا ہوا، اگر یہ لوگ آج گمراہ ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ ان کی نسلیں ضرور خدا پر ایمان لے آئیں گی۔

یہ فرما کر آپؐ نے خدا سے دعا مانگی اور پھر مکہ کی جانب جانے کا ارادہ کر لیا۔

marfat.com

آنحضرت ﷺ کو بخوبی علم تھا کہ مکہ جانا بھی اب کوئی سہل امر نہیں ہے، بڑی بے عزتی کا سامنا ہے، دشمنوں کی نظروں میں بے حرمتی، بے توقیری علیحدہ اور واقفوں آشناؤں کی طرف سے بے رخی و بے اعتنائی جدا۔ مگر آپؐ نے ٹھان لی کہ اب جانا مکہ کو ہے چاہے کچھ بھی ہو۔ چلنا پریم نگر کو ہے، جانا دیار دلبر کو ہے خواہ کسی بلا سے بھی معاملہ پڑے۔

کفار بھی ادھر پھر مخالفت پر تل گئے۔ انہوں نے بھی ٹھان لی کہ جو کچھ بھی ہو، اب محمدؐ کو شہر میں داخل نہ ہونے دیا جائے۔ جب آپؐ طائف سے واپس آتے ہوئے مکہ کے قرب و جوار میں پہنچے اور آپؐ کو مکہ والوں کے اس منصوبہ کا پتہ لگا تو آپؐ نے یہی مناسب خیال کیا کہ قبل اس کے کہ شہر میں وارد ہو جائیں، ان لوگوں سے ایک معاملہ کیا جائے۔ ممکن ہے کہ اس سے یہ تنازعہ رفع دفع ہو جائے۔ آپؐ نے ایک مسافر کے ہاتھ شہر والوں کو یہ کہلا بھیجا کہ میں اس شہر کا باشندہ ہوں، اور باپ دادا سے یہ میرا مسکن ہے، میں امید کرتا ہوں کہ کوئی نہ کوئی شریف آدمی مجھے اپنی ذمہ داری میں لے لے گا اور میرا ضامن ہو جائے گا، مصیبت میں بھلا کون کسی کا ساتھ دیتا ہے مخالف تو درکنار رہے، خویش و اقارب کا لہو بھی سفید ہو گیا۔ واقف آشنا سبھی منہ موڑ گئے اور اپنے پرائے سبھی چھوڑ گئے۔

مطعم کی پناہ

بھلے آدمی کی قلت تو دنیا میں ہر جگہ رہتی ہے اور عرب میں تو قحط الرجال تھا، مگر اللہ کارساز ہے، ایک شخص مطعم نام مرد میدان بن کر سامنے نکلا، اونٹنی پر چڑھ کر اس نے مکہ میں کوچہ بہ کوچہ منادی کر دی کہ دیکھو لوگو سنو محمدؐ بن عبداللہ آج سے میری ذمہ داری میں آئے ہیں، خبردار کوئی اسے اب سے برا بھلا نہ کہے، میں اس کا ضامن ہوں، یہ بھی کسی کو کچھ نہیں کہے گا، مذہب

marfat.com

اس کا اپنا ہے، ہمارا دین اپنا، نہ اسے ہمارے بتوں سے کچھ تعلق ہے، نہ ہم کو اس کے خدا سے، مگر یہ سن لو، جو شخص اس کو ناحق دکھائے گا، وہ منہ کی کھائے گا۔ اس ذمہ داری پر آنحضرت ﷺ مکہ تو آ گئے لیکن بدشعار اور بد ضامن لوگ اب مطعم کے درپے ہو گئے اور بات بات میں اس سے نوک جھوک کرنے لگے، آئے دن ایک نیا جھگڑا اور ہر روز ایک نیا فساد، ضامن غریب کا انہوں نے ناک میں دم کر دیا۔ رسول ﷺ کی رسالت بھلا یہ کب برداشت کرے اور نبی ﷺ کی نبوت کہاں گوارا کرے کہ مطعم سا ایک محسن نا کردنی الزام میں روز گردانا جائے اور یہ سب کچھ ہوا کرے۔ آپؐ کی خاطر، آپؐ نے ایک دن صبح گجردم نور کے تڑکے بر سر راہ کھڑے ہو کر بلند آواز سے کہنا شروع کر دیا کہ بھائی دیکھو کوئی مطعم سے میری خاطر آئندہ جھگڑا نہ کرے۔

مطعم کا کچھ قصور نہیں ہے۔ جو بھی ہے میرا اپنا ہے، میں اب اس کی ذمہ داری سے نکل آیا ہوں، میں ہمیشہ اس خدائے واحد کی پناہ میں ہوں، جس کے لیے تم میری جان کے دشمن بنے ہو۔ تم کو اب واضح رہے کہ میں ہمیشہ صرف اسی کے زیر سایہ ہوں، وہی میرا اور تمہارا پیدا کرنے والا ہے اور وہی ہم سب کی جان لینے والا ہے۔ عاقبت کے روز سب کو اسی کے حضور میں حاضر ہونا ہے اور اپنا اپنا حساب کتاب دینا ہے، جب تک حکم ربی نہ ہوگا، تم میرا کچھ نہیں کر سکتے، جب تک مرضی مولا نہ ہوگی تم میرا بال تک بیکا نہیں کر سکتے، اب میں نے تم کو اچھی طرح آگاہ کر دیا ہے، مطلع رہو۔

اس دلیرانہ کلام اور جوانمردانہ گفتگو کا اثر بے مثل ہوا۔ لوگ دہشت کھا گئے اور دب گئے اکثر تو اجڈ ان پڑھ تھے سمجھ بوجھ رکھتے نہ تھے، مگر بعض اشخاص اب وقتاً فوقتاً اس سوچ میں بھی پڑ جاتے تھے کہ محمد ﷺ کا خدا کیا شے ہے جس کا اتنا بھروسہ اس شخص کو ہے۔ یہ لڑکا یتیم سا ہوا کرتا تھا، نہ اس کی کوئی پوچھ تھی نہ پرتیت، نہ اسے پڑھنا آتا تھا نہ لکھنا، اب یہ کیا سے کیا ہو جا

marfat.com

رہا ہے، آئے دن نیا مسئلہ نکالتا ہے، عالم فاضل بنتا چلا جاتا ہے، اب اس کی بات دیکھو کس وضع کی ہے اور یہ گفتگو کس ڈھنگ کی کرتا ہے، آخر یہ کیا عجیب وغریب واقعہ ہے۔

یتیمے که ناکرده قرآن درست

کتب خانهٔ ہفت ملت بشست

ترجمہ:

جس یتیم نے کبھی ایک لفظ نہ پڑھا تھا اس نے مفت اقلیم کے کتب خانے صاف کر دیئے

marfat.com

باب 8

عمرؓ و حمزہؓ و طفیلؓ

قتل کا دوسرا منصوبہ

مسلمان اب حبش کو ہجرت کر گئے تھے۔ آنحضرت ﷺ پیچھے اکیلے تھے۔ کفار نے اس موقع کو غنیمت سمجھا اور اپنی کارستانیوں میں اور بھی اضافہ کرنے لگے۔ ایک دن یہ بد باطن لوگ جمع ہوئے اور ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ لعنت ہے ہماری غیرت پر جہاں ہم سے ''ایک کج فہم محمد ﷺ (نعوذ باللہ) سیدھا نہ ہو سکا، وہاں ہمارا جینا موت سے بدتر ہے کیا ایک آدمی بھی ہم میں ایسا نہیں جو ہمارے معبودوں کو اس جادوگر کے پنجہ سے بچائے۔ کیا کوئی منچلا جوان بھی ایسا نہیں رہا ہے کہ جو اس کے مقابلہ کو سامنے آئے، کیا کوئی جانباز عرب ایسا نہیں ہے، جو قوم کی خاطر اپنا خون بہائے، یہ جوشیلی تقریریں جب لوگوں نے سنیں تو ان بے غیرتوں کی ''غیرت'' نے جوش مارا، ابوجہل نامی ایک اجہل اس مجلس میں شریک تھا، کہنے لگا کہ میں ایک صد اونٹ اور ایک ہزار سکہ چاندی اس شخص کو انعام میں دوں گا، جو اس محمد ﷺ کا سر کاٹ کر لا پیش کرے گا۔ اس پر ایک شخص نوعمر باسم گرامی عمرؓ شجاعت کے جوش سے معمور اور دلاوری کے نشہ میں چور گھٹنا ٹیک کر اٹھا اور للکارا کہ اے مکہ والو، بس میں اب تمہارے روبرو منہ تب دکھاؤں گا، اگر محمدؐ کا سر کاٹ کر لاؤں گا، اب یا وہ نہیں یا میں نہیں۔

marfat.com

قتل کے لیے حلف اٹھانا

یہ بات سن کر وہ بے شعور لوگ بڑے خوش وخرم ہوئے اور ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ اب محمدؐ سے ہماری مخلصی ہوئی، عمرؓ بڑا سورما جوان ہے، محمدؐ اس کے روبرو کیا جان ہے، یہ ایک وار سے اس کے دو ٹکڑے کر دے گا اور اپنا اور اپنی قوم کا نام قائم کر جائے گا، جاہل ابوجہل اپنے زر کے زعم میں اور عمرؓ اپنی نوعمری کے نشہ میں دونوں مرد میدان بن کر اس کام کو نکلے، قول و قرار بھر مجلس میں ہی چکا تھا اور آنحضرت ﷺ کے سر کی قیمت ایک صد اونٹ اور ہزار سکہ مقرر ہو چکی تھی اور شہرہ شجاعت علیحدہ، مگر مزید پخت وپز کے لیے یہ ہر دو بشر کعبہ کے بتوں کے سامنے آ حاضر ہوئے، وہاں ابوجہل نے قسم کھائی اور اپنی جہالت و شرارت کو اس طرح مزید پکا کیا، عمرؓ نے حرم سے نکلتے ہی تلوار نیام سے کھینچ لی اور شمشیر الف کیے نبی اللہؐ کے خون کی پیاس میں تشنہ لب آپؐ کے گھر کی طرف دوڑا۔

بجرم عشق تو مارا کشند و غوغائیست
تو نیز برسرِ بام آکہ خوش تماشائیست

(ترجمہ) تیرے عشق میں لوگ ہمیں جان سے مار رہے ہیں۔ ایک ہنگامہ برپا ہے تو بھی چھت پر آ اور دیکھ کتنا حسین نظارہ ہے۔

عمر کا اپنی بہن کو قتل کرنے کا قصد

اتفاقاً عمرؓ کو راستہ میں ایک دوست ملا اور اس سے پرسان حال ہوا کہ بھائی یہ کیا ماجرا ہے تو چلا کہاں ہے، سچ بتا یہ کس کی جان پہ آبنی ہے اور تو نے کہاں کی ٹھانی ہے۔ عمرؓ نے اسے ابوجہل کی جہالت کی کل داستان سنائی اور ساتھ ہی اپنے ایک صد اونٹ اور ایک ہزار سکہ

marfat.com

انعام کی بات سنائی، وہ سن کر کہنے لگا کہ یہ تو سب کچھ درست ہے اور بجا، مگر محمدؐ تو پھر بھی ایک غیر شخص ہے۔ اس سے تو چار دن ٹھہر کر بھگت لینا، تو بات کر پہلے اپنے بہن بہنوئی کی، جن کا اسلام تیرے خاندان کے نام پر دھبہ ہے، پہلے اپنے گھر والوں کا بندوبست تو کر۔ جو ہر وقت محمدؐ کا کلمہ پڑھتے ہیں اور اللہ کا جپ لیا کرتے ہیں اگر تم کو یہ کام کرنا ہی ہے تو کیوں نہیں پہلے ان دونوں کا کام تمام کرتا۔ تمہارے اپنے کنبہ قبیلہ کی عزت بھی رہ جائے اور مسلمانوں کو بھی عبرت آ جائے۔ عمرؓ نے جب یہ بات سنی تو اس کے تن بدن میں ایک نئی آگ بھڑک اٹھی، انہیں قدموں لوٹا اور سیدھا بہن کے گھر کا رخ کیا۔ دوڑا آیا اور زور سے آ کے دروازہ کھٹکھٹایا، بہن اس کی آواز پہچان گئی، اس نے جھٹ سے خبابؓ کو جو اس وقت سورۃ طٰہٰ پڑھ رہے تھے اندر چھپا دیا کیونکہ وہ سمجھتی تھی کہ عمرؓ تندمزاج ہے اور ہمارے ترک کفر کا بھی مخالف ہے ایسا نہ ہو کہ اسے قرآن پڑھتا دیکھ کر طیش میں آ جائے۔ اور خبابؓ مفت میں زیر عتاب آ جائے، ہم سے تو پھر بھی بوجہ بھائی بندی شاید دریغ کر جائے، مگر اس کو کلام اللہ پڑھتا دیکھ کر جیتا نہ چھوڑے گا۔

چنانچہ خبابؓ کو چھپا کر بہن نے آ کر دروازہ کھولا اور عمرؓ کی نظروں سے خون ٹپکتا جو دیکھا اور ادھر نظر ننگی تلوار پر پڑی تو تاڑ گئی کہ اجل آئی۔ عمرؓ غصے میں بھرے ہوئے اندر آئے اور بہنوئی سے پوچھا، تم یہ کیا کر رہے تھے۔ انہوں نے کہا تمہیں کیا مطلب عمرؓ نے بہنوئی کو مارنا شروع کر دیا۔ بہن نے آگے بڑھ کر روکنا چاہا، عمرؓ نے بہن کو زور سے طمانچے مارے اور کہا تم قوم میں فساد ڈالنا چاہتے ہو۔ بہن آنکھوں میں آنسو بھر کر بولی۔ بھائی یہاں جھگڑا یا جنگ وجدال کا سوال ہی نہیں ہے تو میرا بھائی ہے، میں تیری بہن ہوں جو بھائی کی شمشیر کو بہن کے سر سے غرض ہے تو لے یہ تیرے حوالے ہے، یہ کہا اور سر جھکا دیا اور جو تجھے میرا عذر سننے کی خواہش ہے تو پل کا پل اس تلوار کے کہے نہ چل، اپنی عقل کی رہنمائی میں چل کہ تو عقلمند ہے۔ تجھے چاہیے کہ تو ذرا غور سے میرا عذر سماعت کرے اگر وہ قابل پذیرائی نہ ہوا تو پھر جو تیرا دل چاہے کرنا۔

marfat.com

عمرؓ نے جب یہ بات بہن سے سنی تو ذرا جھجک گیا، تلوار نیچے کر لی اور کہا کہ پھر بتا جلدی تو کیا کہتی ہے۔ وہ کہنے لگی کہ آخر تو بہن کے گھر آیا ہے، کسی دشمن کے پاس تو نہیں آیا، ذرا تامل کر، یہاں بیٹھ اور حوصلہ سے سب بات سن میری جان جاتی ہے تو جائے، مگر مجھے افسوس تو نہ رہے کہ تم نے مجھ سے منصفی نہ کی، یہ سن کر عمرؓ کا غصہ ذرا اور بھی ٹھنڈا ہو گیا اور بیٹھ گیا۔

بھائی بہن کی گفتگو

بہن بولی کہ بھائی عمرؓ تقصیر تو میری یہی ہے کہ میں اللہ اور اس رسول ﷺ پر کیوں ایمان لائی ہوں، میں نے بتوں سے کیوں منہ موڑا ہے، بھائی اگر یہی میرا جرم ہے تو مجھے اس کا اقبال ہے۔ یہ درست ہے، میں نے ضرور ایسا کیا اور کفر سے توبہ کی، بھائی جان تو اگر اپنے تعصب کو ذرا دور کرے اور دل کے کانوں سے سنے، تو میں تجھے ایک چھوٹی سی بات کہوں وہ یہ کہ اے جان خواہر اگر وہ کلام جس سے میں اتنی متاثر ہوئی ہوں کہ مجھ سے موت کا ڈر ہٹ گیا ہے، اگر تجھے سنایا جائے اور تیرے دل پر بھی ایسا ہی اثر پیدا کرے، جیسا کہ اس نے مجھ پر کیا، تو پھر تو ہی بتا کہ تو اپنے لیے کیا سزا تجویز کرے گا؟ کیا پھر بھی تو میرے قتل کا خون ناحق اپنی گردن پر لے گا؟ میں اللہ کے نام پر جان دینے کو تیار ہوں اور مجھے مطلقاً موت کا ڈر نہیں ہے مگر تو بھی ذرا دل میں اتنا ضرور سوچ لے کہ اللہ کے حضور میں اس گناہ کبیرہ کا تو کیا جواب دے گا۔ جس کا مرتکب تو آج لوگوں کے بھڑکانے سے ہوا جا رہا ہے۔ تجھے بھی اللہ کو جان دینی ہے، آخر تیرا بھی حساب کتاب ایک دن ہونا ہے تو اتنا غافل نہ ہو اور ناحق ظلم روا نہ رکھ۔ اے میرے پرانوں سے پیارے بھائی اگر تو روز قیامت اپنی رہائی چاہتا ہے تو اللہ کے کلام کو سن۔ مانا کہ تو بڑا بہادر ہے اور رن بیر ہے۔ مگر میں مانوں تب اگر تو ایک مرتبہ کلام اللہ کو گوش و ہوش سے سنے اور پھر بھی آمادہ بہ قتل رہے۔

marfat.com

اگر تجھے اس کے سننے میں کوئی تامل ہو رہا ہو تو کم از کم اپنی پیاری بہن کی خاطر جس کی جان کے قصد میں تو شمشیر برہنہ لیے کھڑا ہے۔ ذرا دو گھڑی اس کلام کو سن تو لے۔ اگر اور نہیں تو اسے یہ تسکین تو ہو جائے گی کہ اس نے کلام اللہ اس شخص کو سنایا جو کلام اللہ پر ایمان لانے کے ''گناہ'' میں اس کی جان لینے آیا تھا۔

میرے پیارے بھائی عمرؓ بس میری آرزو ہے کہ تو میری حیات کی خاطر اور اپنی عاقبت کی خاطر کلام الٰہی سن اور دل میں کچھ خوف پیدا کرو جس خدا نے تجھے انسان کے مرتبہ کو پہنچایا ہے۔

ظفر آدمی اس کو نہ جانئے گا، گو ہو کیسا ہی صاحب فہم و ذکا
جسے عیش میں یاد خدا نہ رہی جسے طیش میں خوف خدا نہ رہا

عمرؓ نے جب یہ گفتگو سنی تو دنگ رہ گیا۔ اس کے جسم و جان پر حیرت سی چھا گئی اور وہ سوچ بچار کے بھنور میں پھنس گیا کہ آخر یہ ماجرا کیا ہے۔ اجل اس کے سامنے کھڑی ہے مگر اسے اندیشہ نہیں، میں اس کا سر قلم کرنے آیا تھا یہ مجھے پند و نصیحت کے سبق دیئے جا رہی ہے۔ کبھی اللہ کا نام لیتی ہے کبھی کلام اللہ کا ذکر کرتی ہے۔ وہ آخر ہے کیا۔ جس چیز نے اسے اتنا اطمینان قلب دے رکھا ہے اور اتنا دلیر بنا دیا ہے۔ بھلا وہ ہے کیا۔ دیکھوں تو سہی۔

بہن سے کہنے لگا اچھا لاؤ۔ مجھے وہ سنا دو، جو تم سنانا چاہتی ہو۔ بہن اندر گئی اور خبابؓ کو وہاں سے باہر لے آئی اور اسے سورۃ طٰہٰ پڑھ کر سنانے کو کہا۔۔۔۔۔۔

''.......... یہ قرآن اس کے پاس سے اترا ہے، جس نے یہ زمین اور اونچے اونچے آسمان پیدا کیے ہیں۔ وہ رحمت والی ذات جس کا عرش بریں راج ہے، وہی خالق اور وہی مالک ہے ہر چیز کا، جو آسمانوں پر ہے اور جو ان کے درمیان ہے اور جو کرۂ خاک کے تلے

marfat.com

ہے۔اے انسان تو منہ سے بول یا نہ بول، وہ بھیدوں کو اور بھیدوں سے بھی زیادہ چھپی ہوئی چیزوں کو جانتا ہے، وہ تمام کائنات کا خدا ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔دنیا میں ہر ایک خوبی اور نیکی اسی کے نام سے ہے............وہ گھڑی آنے کو ہے جسے میں نے سب لوگوں سے پوشیدہ رکھا ہے۔وہ جزا کی گھڑی ہے، جب کہ روح جیسا کرے گی۔ویسا بھرے گی۔ دیکھو وہ شخص جو اس پر یقین نہیں لاتا اور جو اپنی نفسانی خواہش کا غلام بن رہا ہے، کہیں تجھے راہ حق سے نہ روک دے اور تیری تباہی کا باعث نہ ہو جائے...............''

جوں جوں عمرؓ یہ سنتا گیا، اس کا غصہ ٹھنڈا پڑتا گیا۔آخر اس نے تلوار میان میں ڈال لی اور بے اختیار کہنے لگا۔

پیاری بہن، یہ کیا حقیقت ہے، اس میں کوئی بھید ضرور ہے ان بتوں سے تو اپنا بت نہیں بنتا، یہ زمین و آسمان یہ بنی نوع انسان کس نے بنائے، یہ کلام انسانی نہیں ہے، یہ کچھ اور ہی ہے، میری بہن تو میری خطا معاف کر اور میرے قصور سے درگزر کر، مجھے اب کچھ ہوا جا رہا ہے میں کیا جانوں یہ کیا ہے، میں کیا کرنے کو تھا، توبہ میری توبہ، بہن اٹھ چل اور مجھے لے چل اسی کے پاس جس نے یہ کلام تم کو بتایا ہے اور یہ روشنی تم کو دکھائی ہے۔

عمرؓ کا مشرف بہ اسلام ہونا

اس پر یہ لوگ آنحضرت ﷺ کے گھر کی طرف روانہ ہو پڑے وہاں پہنچے اور جا دروازہ کھٹکھٹایا چند ایک اور آدمی بھی یہاں موجود تھے، ان کو علم تھا کہ آج عمرؓ دو عالم ﷺ کا سر کاٹنے کو تلوار لیے نکلا ہوا ہے۔بس گھڑی ہے کہ پل، آیا کہ آیا، جونہی کہ انہوں نے آہٹ سنی، سبھی چپ ہو کے رہ گئے۔آنحضرت ﷺ خود اٹھے اور جا کے دروازہ کھولا اور عمرؓ کو دیکھتے ہی بے ساختہ کہا کہ ''عمرؓ آخر کب تک تم میری جان کے قصد میں رہو گے''۔

marfat.com

ادھر عمرؓ کو دیکھو تو وہ گویا ایک تصویر بے جان ہے۔ دونوں ہاتھ باندھے، سر جھکائے آنکھیں زمین پر لگائے کھڑا ہے، بولنا چاہتا ہے مگر لب پہ سکوت طاری ہے۔

عمرؓ آنحضرت ﷺ کے قدموں پر گر پڑنے کو ہی تھا کہ آپؐ نے جھٹ سے اسے گلے لگا لیا اور پیشانی پر بوسہ دیا۔ اب جو عمرؓ نے آپؐ کو روشن نگاہ سے دیکھا تو حیرت حسن اور رعب رسالت سے اس پر ایک سکتہ کا عالم طاری ہو گیا، جو جو حرکات اس نے کی تھیں یا دوسروں کی انگیخت سے جن کا وہ موجب ہوا تھا۔ یکے بعد دیگرے اس کی آنکھوں کے سامنے آموجود ہوئیں، پشیمانی نے شرم کے پسینے پر پسینے اس کی پیشانی پر بہائے اور دیر تک اس کے حوصلہ و ہمت جگہ پر نہ آئے۔ آخر جب دل نے ذرا قرار پکڑا اور طبیعت ٹھکانے پر آنے لگی تو عمرؓ نے آپؐ سے مخاطب ہو کر کہا، کہ یا محمد تو نے مجھے کیا کر دیا، تیرے کلام میں کیا اعجاز ہے اور تیری زبان میں کیا تاثیر ہے، مجھے آج وہ آنکھ نصیب ہوئی ہے، جس سے میں تیرا حسن و جمال دیکھوں، اے شاہِ حسن تو نے تو میرا دل لوٹ لیا، مجھ میں اب وہ تاب و تواں کہاں کہ میں کچھ کہہ سکوں جو کہوں تو یہ کہ مجھ پر نگاہِ کرم کر۔

بے حجابانہ در آ از درِ کاشانہ ما
کہ کسے نیست بجز دردِ تو درخانہ ما
فتنہِ انگیز مشو کا دلِ مشکیں بکشائے
تاب زنجیر ندارد دلِ دیوانہ ما
گر نکیر آید و پرسد کہ بگو ربّ تو کیست
گویم آنکس کہ ربود ایں دلِ دیوانہ ما

ترجمہ:

marfat.com

1: ہمارے گھر کے دروازے سے بلا تکلف چلے آؤ، ہمارے گھر میں تمہارے درد کے سوا کوئی دوسرا نہیں ہے۔

2: فتنہ انگیز نہ بنو، خوشبودار زلفوں کو بکھیر دو، ہمارے دیوانہ دل کو زنجیر کی ضرورت نہیں ہے۔

3: اگر منکر نکیر آئیں اور پوچھیں کہ بتاؤ تمہارا رب کون ہے تو میں کہوں گا کہ وہ ذات جو اس دیوانہ دل کو اڑا لے گئی۔

آپ نے عمرؓ کو داخل اسلام کیا۔ عمرؓ کے بیعت کرنے سے مسلمانوں کا رسوخ اور بھی بڑھنا شروع ہو گیا۔

حمزہؓ کا با سلام ہونا

ان ہی ایام میں ایک اور واقعہ بھی ایسا ہی پیش آیا تھا۔ حمزہؓ آنحضرت ﷺ کے رشتہ میں چچا تھے اور آپؐ سے بہت مانوس تھے، ایک دن حمزہؓ شکار کھیل کر جو واپس آئے، تو لونڈی نے کہا، صاحب آج ابوجہل نے ایسے ایسے نازیبا کلمات محمدؐ کو کہے ہیں کہ مجھ سے تو سنا بھی نہ جاتا تھا۔ وہ ﷺ تو بچارا بولا تک نہیں، اس ﷺ نے زبان تک نہ ہلائی، آفرین ہے اس ﷺ کے حوصلہ پر، اس ﷺ نے اف تک نہیں کی میں تو مر کے مٹی ہو گئی کہ ہمارے محمد ﷺ کو یہ اتنا ذلیل و رسوا کریں اور ہم منہ دیکھا کریں، بھلا اس غریب کا قصور ہی کیا تھا اور اس ﷺ نے ابو جہل کا بگاڑا ہی کیا تھا۔ حمزہؓ کو یہ بات سن کر بڑا رنج ہوا اور اسے اس قدر طیش آیا کہ غصہ انتقام بن کر سر پر سوار ہو گیا۔ اس نے نہ حیلہ کیا نہ حجت، سیدھے ابوجہل کے گھر کی راہ لی ہاتھ میں صرف کمان تھی، یہی کمان اس نے ابوجہل کے سر پر دے ماری اور اسے زخمی کر کے چھوڑا اور اس سے کہا کہ تو نے کیا گھمنڈ اپنے دل میں بنا رکھا ہے، تجھے خبر نہیں کہ محمد ﷺ میرا برادرزادہ ہے، حمزہؓ نے وہاں سے واپس آکر تمام واقعہ آنحضرت ﷺ کو سنایا اور مشرف بہ اسلام

marfat.com

ہو گئے۔ عمرؓ اور حمزہؓ کی شمولیت سے جماعت اسلام کو بڑی تقویت پہنچی کیونکہ یہ دونوں بڑے رعب و رسوخ والے شخص تھے۔

سردار طفیل کا ایمان لانا

اسی اثناء میں ایک بڑا بھاری ذی عزت رئیس طفیل نامی اپنے کام کاج کے لیے مکہ آیا۔ لوگوں نے اس کا بڑا استقبال کیا اور اس کی بڑی خاطر تواضع کی، باتوں ہی باتوں میں اس سے یہ تذکرہ بھی ہوا کہ یہاں ہم میں ایک شخص محمد ﷺ نام ایسا پیدا ہو گیا ہے کہ اس نے اپنے باپ دادا کا نام بدنام کر دیا ہے اور ہمارے آباؤ اجداد کی عزت خاک میں ملا دی ہے۔ خانہ کعبہ کے بت جن کا دیا ہم کھاتے ہیں اور جن کے سایہ تلے ہم رہتے ہیں ان کی توہین کرتا ہے اور اپنے پرائے کسی کی نہیں سنتا، طفیل نے کہا کہ آخر اس کا اپنا دین کیا ہے اور اس کا اعتقاد کس پر ہے۔ لوگوں نے کہا کہ وہ کسی ایک کا ذکر کیا کرتا ہے۔ کہ یہ تمام دنیا اس نے بنائی ہے اور وہ سب کا مالک ہے آسمان اس کے ہیں، زمین اس کی ہے۔ وہ ایسے ڈھکوسلے جوڑتا رہتا ہے۔ مگر ہم لوگ کان بند کر لیتے ہیں اور حتی الامکان اس ﷺ کی آواز اپنے تک پہنچنے ہی نہیں دیتے، آپ ہمارے شہر میں تشریف لائے ہیں، ذرا محتاط رہنا، وہ بڑا جادوگر ہے اور اس کا کلام سحر سامری ہے، جو ایک دفعہ سن پاتا ہے۔ وہ اسی کا ہو جاتا ہے۔ ایک دن ایسا سبب ہوا کہ آنحضرت ﷺ قرآن پڑھ رہے تھے کہ طفیل پاس سے گزرا، وہ ہٹ دھرم آدمی نہ تھا، ہر چند مشرکین نے اسے ہدایت کر دی تھی، مگر وہ سنتا ہی رہا، کچھ ایسا متاثر کلام اللہ سے ہوا کہ جب آنحضرت ﷺ نماز وظیفہ سے فارغ ہو کر گھر کو چلے، تو یہ بھی پیچھے پیچھے چلا گیا۔ آپؐ بہت تیز رفتار تھے، اسے راستہ میں تو موقع ہی بات کا نہ ملا، جب آپؐ گھر پہنچے تو طفیل حضور میں سامنے آ کر دو زانو بیٹھ گیا، وہ ایک بڑا صاحب جلال تھا، مگر اسے اپنے رتبہ کی کچھ سدھ بدھ اس

marfat.com

وقت نہ رہی۔ اسے آئی دھن پریم کی اور لگی لگن پریتم کی، عشق اللہ نے اس کے اندر ایک ایسا جوش مارا کہ اس کا من محبت کی مستی سے مسرور ہو گیا۔

دلم کز بادہ جبار شد مست
تنم از صحبتِ دلدار شد مست
بہ مئے خانہ گزر کردم چو دیدم
خطیب و قاضی و جبار شد مست
ازیں مے جرعہ پاکاں چشیدند
جنید و شبلی و عطار شد مست
گلستانِ ارم را سیر کردم
چو دیدم سر بسر گلزار شد مست
ازیں مے جرعہ دادند بمنصور
انا الحق میزد و بر دار شد مست
بروح پاک شمس الدین تبریز
کہ ملا بر سرِ بازار شُد مست

ترجمہ:

1: میرا اول شراب حق سے مست ہو گیا، میرا جسم محبوب کے قرب سے مست ہو گیا۔

2: جب میں مے کدے میں گیا تو میں نے دیکھا کہ واعظ، قاضی اور عاقل مست ہو گئے ہیں۔

3: اس شراب کا گھونٹ بڑے بڑے پرہیزگاروں نے پیا ہے۔ جنید، شبلی اور عطار مست ہو گئے ہیں۔

4: میں نے باغ جنت کی سیر کی ہے۔ میں نے دیکھا کہ سارے باغ پر مستی چھائی ہوئی ہے۔

marfat.com

5: اسی شراب کا ایک گھونٹ منصور کو دیا گیا۔ اس نے نعرہ انا الحق بلند کی اور تختہ دار پر مست ہو گیا۔

6: شمس الدین تبریز کی پاک روح کو تبریک کہ جس کے اثر سے مولانا (رومی) بھرے بازار میں مست ہو گئے۔

طفیل نے حضور میں عرض کی کہ...........

یا محمدؐ! تیری آواز جو میرے کانوں میں پڑی، وہ میرے ہوش و خرد لے گئی۔ میں اسی لیے تیرے قدم بقدم چلا آیا ہوں۔ اب میں تیرا دروازہ چھوڑنے کا نہیں۔ لوگ کہتے تھے جو تجھ ﷺ سے ملتا ہے۔ وہ تیرا ہی ہو جاتا ہے۔ بس مجھ سے وہی ہوئی۔ یہ کلام جو تو پڑھ رہا تھا۔ میں نے سنا۔ وہ میرے دل میں گھر کر گیا۔ مجھے بتایئے یہ کیا ہے مجھے سب کچھ سمجھایئے مجھے اپنا خدا دکھایئے ضرور کوئی خدا ہے اور بالضرور تو اس کا پیغمبر ہے۔ یا محمد ﷺ! مجھے تیری روشنی میں نور نظر آ رہا ہے۔ میری آنکھ اب کھلی ہے۔

اے شیشہ خوبرو، تیری خوبی کی جناب میں ایک بے نوا گدا دست سوال دراز کئے کھڑا ہے۔ دے اسے زکوٰۃ حسن اپنے نام کی اور اپنے اللہ کے نام کی۔

یا محمد ﷺ کر ایک نگاہ مہر ادھر بھی۔

سیمیں ذقنا، سگندلا، لالہ عذارا!
خش کن بنگاہے دل عمدیدہ مارا
من چوں گزرم ازسر کوئے تو کہ آنجا
یارائے گزشتن نبود باد صبا را
جامی نکند جز ہوس بزم تو لیکن
در حضرت سلطاں کہ دہد بار گدارا

marfat.com

ترجمہ:

1: اے چاند کے وجود والے، صاحب جلال اور پھول کے جسم والے ہمارے غمزدہ دل پر نگاہ مسرت فرما۔

2: وہ میں ہوں جو آپ کے کوچے سے گزرتا ہوں۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں سے بادِ صبا کو بھی گزرنے کا حوصلہ نہیں۔

3: جامی آپ کی محفل ناز میں آنے کا حوصلہ نہیں رکھتا لیکن شہنشاہ خود فقیر کو اپنے دروازے پر طلب فرما لیتے ہیں۔

بھلا طفیل جیسا نامی گرامی شخص، بارعب و بارسوخ سردار مشرف بہ اسلام ہو اور مشرکین مکہ خاموش رہیں، یہ کہیں ممکن تھا، ان کے تو تن بدن میں آگ لگ گئی۔

marfat.com

باب 9

مصیبت پر مصیبت

خدیجہؓ کی رحلت

ان ہی ایام میں آپؐ کو ایک بھاری مصیبت کا سامنا کرنا پڑا۔ حضرت خدیجہؓ دفعتاً بیمار ہو گئیں۔ ان کا آخیر وقت آ پہنچا اور طائرِ روح جسم خاکی سے پرواز کر گیا۔ مومنین کو ام المومنینؓ کی وفات کا بڑا بھاری صدمہ گزرا، مگر سید المسلمین ﷺ کے دل پر جو صدمہ مسلمہ اول کے گزر جانے سے ہوا، اس کا رقم کرنا قدرتِ قلیم سے باہر ہے، جو چوٹ نبی اللہ ﷺ کے دل پر اس پاک روح کے گزر جانے سے پہنچی، جس نے تمام عالم میں سب سے پہلے آپ ﷺ کی نبوت تسلیم کی تھی، اس کا بیان طاقت انسان سے بعید ہے، جس حبیب خدا ﷺ کا خدیجہؓ جیسا محبّ اس کے پہلو سے کنارہ کر گیا ہو۔ اس کے غم واندوہ کا تذکرہ بشر کے مقدور سے دور ہے۔

اس موت سے یکِ قلم آپ کے سر پر ایک کوہِ غم آ ٹوٹا، اور یہ لازم تھا کیونکہ خدیجہؓ بڑے پایہ کی رفیق اور بڑی خوبی کی بیبی تھیں، خدیجہؓ وہ تھیں جس نے اپنا زر و مال، اپنا جاہ جلال اس ماہِ جمال پر تصدق کر دیا تھا، اپنے پریتم کے چین کو اپنا سکھ اور اس کے درد کو اپنا دکھ بنا لیا تھا اور اپنے پرانوں سے پیارے پیا کی پوجا اپنا دھارن دھار لیا تھا، ایسی روح کی دنیا سے رحلت اگر آنحضرتؐ کی خوشی کی رحلت نہ ہوتی تو اور کیا ہوتی۔ رفیقہ حیاتؓ کی یاد اس شہِ دو عالم ﷺ کے صفحہ دل پر ایسی نقش ہوئی کہ پھر اپنی زندگی کے ساتھ ہی گئی، آپؐ خدیجہؓ کو بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور فرماتے تھے کہ دنیا میں چار عورتیں نہایت اعلیٰ درجہ پا چکی ہیں،

marfat.com

حضرت عیسیٰ کی ماں مریمؑ، فرعون کی بیوی آسیہ، آنحضرت ﷺ کی زوجہ خدیجہؓ اور آنحضرت ﷺ کی لڑکی (خدیجہؓ کے بطن سے) فاطمہؓ۔

ابو طالب کی وفات

اللہ کی قدرت، مصیبت پر مصیبت نے آپؐ کو آمنہ دکھایا، اسی سال بزرگ ابو طالب بھی راہی ملک عدم ہو گئے۔ وہ دادا کا جانشین اور باپ کا قائمقام چلتا ہوا، وہ یتیم کا والی اور نابالغ کا سرپرست چل بسا، یکا یک آپؐ کے دل کو درد نے آگھیرا اور طبیعت پہ قلق نے قابو پالیا، دل میں بارہا یہی خیال آتا کہ میرے لیے میری دلدار خدیجہؓ اور میرے جانثار چچا نے کیا کچھ نہ کیا، کیا جان کی راحت اور کیا تن کا آرام، سب ہی کچھ انہوں نے چھوڑا، مگر عمر بھر وفا سے منہ نہ موڑا، کیا آج میں اس دنیا میں بغیر ان دلدادوں کے ہوں ارمان صد ارمان، اب میرے دکھ میں کون روئے گا اور کون میرے درد میں شریک حال ہوگا۔ ایک زمانہ میرے ساتھ جنگ وجدل پر ہے اور ایک دنیا میرے قتل پر آمادہ، اب کون میرے دکھے دل کو سہارا دے گا اور کون اس آتما کی ڈھارس بنے گا۔

دعا بدرگاہ مولیٰ

"اے میرے مولا میری مدد کر میرے کارساز، میرا بگڑا کام بنا، مجھے ذلت سے بچا کہ میں بہت ذلیل ہو چکا ہوں، تو بندہ نوازی کر کہ میں تیرے کمتر بندوں سے ہوں اے پاک ذات تو میرے گناہوں پر چشم پوشی کر کہ میں مستحق چشم پوشی ہوں، اے کریم مجھ پر نظر کرم کر کہ میں ملتجی کرم ہوں۔ اے خداوند میں اپنے ضعف وناتوانی اور مصیبت وپریشانی کا حال تیرے سوا کس سے کہوں، مجھ میں صبر کی طاقت اب تھوڑی رہ گئی ہے۔ مجھے اپنی مشکل حل کرنے کی کوئی

marfat.com

تدبیر نظر نہیں آتی، میں اب سب لوگوں میں ذلیل ورسوا ہو گیا ہوں۔ اے خداوند عالم تیرا نام ارحم الراحمین ہے۔ عاجزوں کی عذر پذیری اور مظلوموں کی دستگیری تیری خاص صفت ہے۔ اے پرودگار تو ہی ہر شکستہ حال کا مددگار ہے اور یہ عاجز تیری عنایت اور مدد کا ہر دم امیدوار، میں نہایت کمزور ہوں لیکن اے رحیم تیرا رحم میری امیدوں سے بہت زیادہ وسیع ہے، تیری رحمت کا نور دین ودنیا کی تاریکیوں کا دور کرنے والا ہے، یہ طاقت تیرے سوائے اور کسی میں نہیں"۔

تا ابد یا ربّ ز تو من لطف ہا دارم امید
از تو گر امید ببرم از کجا دارم امید
زیستم عمرے بسے چوں دشمناں دشمن مکیر
بیوفائی کردہ ام از تو وفا دارم امید
ہم فقیرم ہم غریبم بیکس و بیمار و زار
یک قدح زاں شربت دارالشفا دارم امید
نا امید از خود واز جملۂ خلق جہاں
از ہمہ نومیدم، اما از تو میدارم امید
منتہائے کار تو دائم کہ آمرزیدن است
زانکہ من از رحمت بیمنتہا دارم امید
ہر کسے امید دارد از خدا و جز خدا
لیک عمرے شد کے از تو من ترا دارم امید
ہم تو دیدی من چہا کر دم تو پوشیدی زلطف
ہم تو میدانی کہ از تو من چہا دارم امید

marfat.com

روشنی چشم من از گریہ کم شد، اے حبیب!

ایں زماں از خاک کویت تو تیا دارم امید

ترجمہ:

1: اے میرے اللہ ! میں ہمیشہ کیلیے آپ کے لطف کی امید رکھتا ہوں اگر آپ سے امید اٹھالوں تو پھر کہاں امید باندھوں۔

2: میں نے ایک عمر اس طرح گزاری ہے جیسے دشمن سے دشمنی کی جاتی ہے۔ میں نے آپ سے بے وفائی کی ہے مگر آپ سے وفا کی امید باندھ رکھی ہے۔

3: میں فقیر بھی ہوں غریب بھی ہوں بے کس بھی ہوں بیمار بھی ہوں اور رونے والا ہوں۔ اس شعر سے شربت شفا کی ایک صراحی کی امید رکھتا ہوں۔

4: میں خود سے بھی ناامید ہوں اور جہان بھر میں سب سے ناامید ہوں مگر تجھ سے امید رکھتا ہوں۔

5: آپ کی آخری صفت تو بخشنا ہے اس لیے میں آپ سے بے انتہا امید رکھتا ہوں۔ ایک عمر ہوگئی ہے میں نے تجھ سے امید قائم کر رکھی ہے۔

6: ہر کوئی خدا سے امید رکھتا ہے۔ میں نے اللہ کے سوا ہر کسی سے امید اٹھالی ہے۔ ایک عمر ہو گئی ہے میں نے تجھ سے امید قائم کر رکھی ہے۔

7: تو دیکھتا ہے کہ میں نے خود ہی تیرا لطیف پوشیدہ پایا ہے اور تو جانتا ہے کہ میں نے تجھ پر کس طرح امید باندھ رکھی ہے۔

8: اے میرے دوست، میرے اشک بہانے سے میری بینائی کم ہوئی ہے، اس وقت میں نے تیری گلی کی خاک سے ہی نظر کی روشنی کی امید رکھی ہوئی ہے۔

marfat.com

باب 10

ہجرتِ مدینہ

طفیلؓ تو اپنے کام کاج سے فارغ ہو کر اور اسلام کا سہرہ اور رکمٹ ماتھے پر باندھ کر واپس اپنے وطن کو چلے گئے۔ مگر آنحضرت ﷺ کے لیے نئی اذیتیں و مصیبتیں پیچھے چھوڑ گئے۔ مکہ والے پہلے ہی سے جلے بھنے بیٹھے تھے۔ اب طفیلؓ کے قبول اسلام سے ان کے اندر آگ اور بھی بھڑک اٹھی۔ کفار نے آپؐ پر تعدی کرنے میں کوئی حد نہ چھوڑی اور ذلیل کرنے میں کوئی دقیقہ باقی نہ رکھا۔

آنحضرت ﷺ کے دردوں کی حقیقت اب ناگفتہ بہ تھی۔ نہ بزرگ ابو طالب سا درد مند چچا پاس تھا، نہ حضرت خدیجہؓ سا غمگسار پہلو میں۔ اس پر آئے دن نیا عذاب اور روز نیا عتاب، جوں جوں دنیا کے دکھ بڑھتے گئے۔ عشق اعلیٰ کا درد بھی ساتھ ساتھ بڑھتا گیا۔ محبت مولا اور ہجر حق نے دنیا کی منزلیں اب اور بھی دشوار کر دیں۔

مکان یار دور و من ندارم طاقتے در دل
عجب در مشکل افتادم چساں طے سازم ایں منزل
کیا کہوں کس سے کہوں دیس پیا کا دور
اڑ نہ سکوں گر گر پڑوں رہوں ٹھور ر کی ٹھور

marfat.com

(میرے محبوب کا مکان دور ہے اور میں یہ طاقت نہیں رکھتا عجب مشکل میں گرفتار ہوں کہ یہ منزل کیسے طے کروں)

جب ان ظالموں کا ظلم برداشت کی حد سے بہت بڑھ گیا تو آپؐ نے امت کو حکم دیا کہ وہ بھی اپنے برادران دین کی جو حبشہ ہجرت کر گئے تھے پیروی کریں، مگر بجائے حبش کے یہ اب مدینہ کا رخ کریں کیونکہ اس نگر کی دھرتی دھرم کے پودے کو اچھا مانتی ہے، چند ایک مدنی آنحضرتؐ کی بیعت بھی کر چکے تھے اور باہر سے بھی اب خال خال مسلمان مدینہ آنے شروع ہو گئے تھے۔ اس لیے آپؐ نے حبش سے مدینہ منورہ کو ترجیح دی۔

جدید منصوبہ آنحضرت ﷺ کے قتل کا

مومنوں نے ایک ایک دو دو کر کے مکہ سے نکلنا شروع کر دیا اور رفتہ رفتہ سب کے سب ہی شہر سے باہر چلے آئے۔ باقی یہاں اب صرف نبی اللہ ﷺ، علیؓ اور ابوبکرؓ مع اپنے اپنے عیال اطفال رہ گئے قریش مکہ نے جب یہ حالت دیکھی تو انہوں نے صلاح ٹھیرائی کہ محمدؐ سرغنہ چونکہ اب اکیلا ہے۔ ہمراہی اس کے صرف دو تین ہی کس ہیں۔ اس ﷺ کو یہاں سے جیتا جی نکلنے نہ دیا جائے۔ اب وقت ہے۔ اس ﷺ کا کام تمام کر دیا جائے اس ﷺ نے اپنا ایک گروہ حبشہ بھیج دیا ہے۔ پس ماندگاں کو اب اس نے مدینہ کی طرف روانہ کر دیا ہے۔ اب بات ایسی کرو کہ یہ یہاں سے بچ کر نہ نکلنے پائے۔

مگر جائے استاد خالی است، ابوجہل بول اٹھا کہ یہ صلاح سوجھ تو سب صحیح ہے لیکن محمدؐ کے قتل کرنے کے لیے ایک آدمی مخصوص کر دینا مناسب نہ ہوگا۔ بالکل ممکن ہے کہ اس کے وارثوں میں سے کوئی شخص ایسا نکل پڑے، جو قاتل سے قتل کا انتقام لے یا ''خوں بہا'' کا مطالبہ کرے۔ اگر معاملہ یہ صورت پکڑ گیا تو بات بگڑ جائے گی۔

marfat.com

ابوجہل نے چنانچہ یہ تجویز پیش کی کہ بجائے اس کے کہ کوئی خاص آدمی اس قتل پر مامور کیا جائے۔ بہت سے آدمی اکٹھے ہو کر محمد ﷺ پہ جا کے ٹوٹ پڑیں اور دیں اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالیں یہ رائے سب کو پسند آئی اور سب نے اس منصوبہ کی داد دی۔

جب یہ پخت و پز ہو گئی اور صلاح قتل بے گناہ کی پک گئی تو ابوجہل چند ایک اپنے ہمراہی ساتھ لے کر قتل کی نیت سے گھات میں جا بیٹھے۔ یہ لوگ اب منتظر تھے کہ جو موقع پائیں محمدی لہو کے پیاسے خنجر آپؐ کے خون سے سیراب کر لائیں اور مکہ کے قتل گڑھ میں عرف عام پائیں۔ شان ایزدی دیکھیے کہ آنحضرت ﷺ نے بھی ہجرت کے لیے یہی رات منتخب کی تھی۔ دشمنوں نے گھر گھیر رکھا تھا۔ آپؐ نے حضرت علیؓ کو جگایا اور فرمایا کہ میرے بستر پر سو جاؤ۔ علیؓ نے بخندہ پیشانی اس حکم تعمیل کی۔ آپؐ نے وضو کیا، نماز پڑھی اور دروازہ کھولا۔ دیکھا تو بہت سے قاتل دروازے پر پھر رہے تھے۔ اس وقت ان میں سے نکلنے کا حوصلہ وہی کر سکتا تھا جس کو اپنے خدا پر بھروسہ ہو، آپؐ نے قاتلوں کی کچھ پروا نہیں کی ان کے سامنے سے گزرتے ہوئے چلے گئے۔ اور ابوبکرؓ کے گھر جا پہنچے۔ وہاں سے ابوبکرؓ کو ساتھ لیا اور رات کی تاریکی میں طواف کیا اور فرمایا کہ اے واحد خدا کی عبادت گاہ میں تیرے قریب رہنا اور تیری خدمت کرنا چاہتا ہوں مگر یہ بت پرست مجھے یہاں رہنے نہیں دیتے اس لیے جدا ہوتا ہوں انشاء اللہ پھر ملوں گا۔

یہاں سے آپؐ آگے بڑھتے گئے اور مکے کی حدود سے آگے نکل گئے اور جب صبح ہوئی تو قاتلوں نے دروازہ توڑا۔ دیکھا تو علیؓ مزے کی نیند سوتے تھے۔ حیران رہ گئے۔ پوچھا محمد ﷺ کہاں ہیں۔ علیؓ نے جواب دیا مجھے کیا معلوم وہاں سے وہ دوڑے ہوئے ابوبکرؓ کے گھر پہنچے۔ مگر وہاں کیا رکھا تھا۔ غصہ اور کرودھ کا بھوت ان کے سر پر ایسا سوار ہو گیا کہ ان کی شکل ڈراؤنی اور صورت مہیب بن گئی۔ رنگ ان کا غصے سے کالے ناگ سا ہو گیا۔ اور آنکھوں

marfat.com

سے خون برسنے لگ گیا اور کیوں نہ ہوتا ان کے ہاتھ سے تو شکار جاتا رہا اور دوسرے خجلت و ندامت شہر بھر کی ان کو اٹھانی پڑی کہ یہ سب کچھ کیا بھی مگر پھر بھی ہاتھ کچھ نہ آیا ان لوگوں نے دیوانہ وار مکہ میں شرق سے غرب اور شمال سے جنوب دوڑ دوڑ کر چپہ چپہ زمین چھان ماری مگر وہ کام دل ان کو حاصل نہ ہوا اور نہ وہ صید ان صیادوں کے ہاتھ چڑھا۔ دشمنوں نے بڑے بڑے انعام و اکرام رکھے کہ جو بد کردار اس نیکو کار کی گردن کاٹ کر لائے گا، اسے بہت کچھ مال و متاع دیا جائے گا مگر کہاں رسول خدا ﷺ کہاں بندہ کہتر۔ کجا رام رام کجا ٹیں ٹیں۔

غار کے منہ پر عنکبوت کا جالا

آنحضرت ﷺ نے غار ثور میں جو مکہ سے ڈھائی میل کے فاصلہ پر تھی۔ آپناہ لی۔ ابو جہل کا گروہ اس غار کے عین سامنے سے گزرا مگر ان کو ایسا دکھائی دیا جیسا کہ غار کے منہ پر ایک عنکبوت نے جالا تن دیا ہوا ہے۔ بلکہ ایک تتری نے اس پر انڈے بھی دے دیئے ہوئے ہیں۔ ان لوگوں نے یہ تصور کرلیا کہ اگر یہاں کوئی آدمی اندر داخل ہوا ہوتا، تو اس غار کے منہ پر جالا کیسے بنا رہتا اس لیے وہ اندر داخل ہی نہ ہوئے اور پاس سے گزر گئے۔

الغرض جو جو راستے اپنی بد عملی کو سرانجام دینے کے لیے ان بداعمالوں کو سوجھے ان سبھی پر انہوں نے عمل کیا۔ مگر ان کو مراد دل حاصل نہ ہوئی۔ خاتم النبیین ﷺ کا خاتمہ کرنے والے اپنی کرتوتوں کا آپ ہی خاتمہ کر کے آخر دستِ حسرت مل کے بیٹھ گئے۔ آنحضرت ﷺ تین روز کے بعد غار سے نکل کر مدینہ آپہنچے۔ ادھر علیؓ بھی دشمنوں کے داؤ پیچ سے بچ کر آپؐ کے پاس مدینہ آئے۔ ع

اے آمدنت باعث آبادیء ما

marfat.com

مدینہ میں آنحضرت ﷺ کی آمد

مومنین مدینہ کو موہن کا مکھڑا دیکھ چاند چڑھ آیا۔ مسرت کی مدہت مسرور ہوئے جاتے تھے اور کسی کی پریم میں چور۔ جگہ جگہ انہوں نے شادیانے بجائے اور گھروں میں گھی کے چراغ جلائے۔ ہر شخص آپؐ سے یہی کہتا تھا کہ میرے ہی گھر چلئے اور قیام کا شرف مجھے ہی دیجیے اگر محبت میں رشک نہ ہو اور عشق میں رقابت نہ ہو تو پریم کی جوت کا دیا بھلا کیونکر جلے۔ لوگ بے قرار ہوئے جاتے تھے کہ دیکھیے آج محمد مہمان ﷺ کسے اپنا میزبان منتخب کرتا ہے اور کسے آج یہ عزت ابدی بخشتا ہے۔ آنحضرت ﷺ امت کا یہ شوق و رغبت اور یہ جوش محبت دیکھ کر بڑے بشاش تھے، ساتھ ہی آپؐ کو یہ احساس بھی تھا کہ کسی کا دل نہ دکھے۔ جو شخص اپنے دشمن کی دل آزاری برداشت نہ کر سکتا تھا وہ بھلا اپنی امت کے کسی بشر کی دل شکنی کب گوارا کرتا۔ آپؐ نے سب کو مخاطب ہو کے کہا کہ بھائی مسلمانوں! میں اپنی اونٹنی کی مہار چھوڑ دیتا ہوں، جہاں وہ جا کے ٹھہر جائے، بس وہی میرے ٹھکانے کی جگہ ہوگی۔ تم سب اس پر رضا مندی ظاہر کرو، سب نے آمین کہی، اب ہر ایک منتظر تھا کہ دیکھیے کس کی قسمت آج رنگ دکھاتی ہے۔ مگر ایوبؓ انصاری کے نصیب کا بھی تو کوئی ہی پیدا ہوا کرتا ہے۔ ذات حق کو اس کا نام عالم میں قائم رکھنا تھا، اونٹنی اس کے گھر کے آگے آ کے ٹھہر گئی، بچارہ ایک مفلس مومن اور بیکس بشر تھا، مگر بھاگوں کا بڑا دھنی نکلا۔ اونٹنی کا وہاں ٹھہرنا تھا کہ لوگ اسے مبارک پر مبارک دینے لگے اور اس کے اپنے دل کی خوشی اور مسرت کی تو کوئی حد ہی نہ رہی۔ جس جگہ محمدی ناقہ جا کے بیٹھا تھا وہاں اب تک مسجد نبوی موجود ہے۔ اسے آنحضرتؐ نے خود اپنے دست مبارک سے اور اپنے اصحاب کی شمولیت سے کچی اینٹوں اور کھجور کی لکڑیوں سے کھڑا کیا تھا۔

marfat.com

آغاز اذاں

مسلمانوں کی تعداد چونکہ اب دن بدن بڑھ رہی تھی مسجد میں نماز کے لیے گھر گھر جا کے لوگوں کو بلانا کٹھن معلوم ہونے لگا۔ آنحضرت ﷺ نے اصحاب سے صلاح پوچھی کہ کوئی ایسی تجویز بتائی جائے جس سے سب ہی کو نماز کے لیے ٹھیک وقت پر اطلاع مل جایا کرے۔ کسی نے کہا، گھنٹا بجاؤ، کسی نے کہا آگ جلاؤ، کسی نے کہا ناقوس کھٹکاؤ، ''مگر ہر کس بقدر ہمت اوست'' حضرت عمرؓ کہنے لگے کہ ان بیجان چیزوں سے جو بھلا کام لیتے ہو کیوں نہ انسان خود انسان کو اور خدا کو خدا کے نام سے بلائے تا کہ لوگوں کو یہ علم بھی ہو جائے کہ خدا کی عبادت کے لیے بلایا جا رہا ہے۔ آنحضرتؐ نے یہ تجویز پسند کی۔ آغاز اذان اس طرح پر ہوئی۔

marfat.com

باب 11

سردارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کے باشندوں میں قومیت کی ایک روح پھونک دی تھی، کیا مسلم کیا کفار اور کیا مہاجر کیا انصار، سبھی نے ایک دوسرے سے اتحاد اور اتفاق کا سبق سیکھ لیا اور وہ پرانی عربی عادت اور برے خصائل ترک کر دیئے۔ آپؐ نے انہیں بخوبی ذہن نشین کرایا کہ خواہ ہم میں اختلافات کچھ بھی ہوں مگر ہم لوگوں کو قومیت کا احساس رکھنا لازم ہے، بغیر اس کے کوئی قوم فلاح نہیں پا سکتی اگر ہم لوگ باہمی تنازعات میں ہر وقت الجھے رہیں گے تو دائمی کسی نہ کسی غیر کی اطاعت میں ہی رہیں گے۔ ہر بشر کو چاہیے کہ مقدم خیال وہ اپنی قوم کا دل میں رکھے اور اپنی ذاتی خواہشات کو قومی خیالات پر کبھی ترجیح نہ دے، جو شخص ترجیح دیتا ہے وہ انسان کے درجہ سے اتر کر حیوانوں کے زمرہ میں داخل ہو جاتا ہے۔ یہ شیوہ حیوان کا ہے کہ وہ صرف اپنا ہی پیٹ پالن کر سکتا ہے۔ ہم جنسوں کا اسے کچھ فکر نہیں ہوا کرتا، کیونکہ اسے سوچ اور سمجھ کی طاقت اللہ نے اتنی ہی عطا کی ہے مگر انسان اشرف المخلوقات کہلاتا ہے۔ اس لیے کہ اسے فکر کی طاقت اللہ نے دی ہے، لازم ہے کہ تم انسان کا جامہ پہن کر انسان کے خصائل اختیار کرو اور اپنی قوم کا ہر وقت خیال مقدم رکھو، قومیت کا سب سے اول اصول یہ ہے کہ قومی معاملات میں امتیاز فرقہ و جماعت بلا وجہ نہ رکھو، اسے تعصب کہتے ہیں یہ ہٹ دھرمی ہے اور اس نے اکثر قوموں کو دیمک کی طرح کھا لیا ہے اے مدینہ والو! یہ تعصب بری بلا ہے، اس سے بچنا۔

marfat.com

بارہا نا لیدو گفت اے قوم ما بیدار شو

لوگ اس نصیحت پر کار بند ہونے لگے اور ان میں یکجہتی اور یگانگت کے آثار بھی نمودار ہونے لگے گئے۔ اب ان کو خود بخود ایک ایسے شخص کی ضرورت محسوس ہونے لگی جو قوم کا راہنما ہے، گری ہوئی قوم کا یہ خاصا ہے کہ ہر یک ان میں یہی سمجھتا ہے کہ ''ہم چو ما دیگرے نیست'' ہر ایک دوسرے کے نقائص چھانٹتا رہتا ہے مگر اپنے عیوب کی اصلاح نہیں کرتا۔ ہر ایک دوسرے سے اختلاف رائے رکھتا ہے، مگر متفق الرائے ہونے کی کوئی سعی نہیں کرتا۔

اہل مدینہ کی جب حالت سدھرنی شروع ہوئی تو انہوں نے فوراً ہی یہ عیب اپنے آپ میں تاڑ لیا کہ ان کا پرانا رویہ ایک شتر بے مہار کا سا تھا۔ جدھر جس کا منہ اٹھا، ادھر ہی چل دیا نہ کسی سے صلاح تھی۔ نہ کسی کا مشورہ۔ تنظیم کی طاقت ان پر پہلی دفعہ اب نمایاں ہونے لگی۔ جتھہ بندی کی خوبی اور جتھیدار کی ضرورت انہیں پہلی مرتبہ اب محسوس ہوئی لیکن اب ان کو ایک سردار مل گیا تھا جس سے بڑھ کر سلیم الرائے ہر ایک کی ضرورت کو سمجھنے والا، ہر ایک کی بھلائی کا خواہاں دنیا نے کبھی نہ دیکھا تھا۔ یعنی دنیا کے سرداروں کا سردار ''مہامت'' محمد ﷺ ہی تھا۔ آپؐ کے اوصاف حمیدہ سرداروں سے بہتر تھے اور صفات ستودہ تاجداروں سے بڑھ کر مسلم و نامسلم مدینہ کے بخت خفتہ بیدار ہوئے اور سب نے بالاتفاق آنحضرت ﷺ کو اپنا سردار مان لیا۔ اب آپؐ حاکم مدینہ منورہ تھے مگر ایسے حاکم جو دلوں پر حکومت کرتے تھے جو نہ تخت رکھتے تھے نہ تاج مگر جس کا حکم سینوں میں دلوں کو لرزا دیتا تھا۔ آپؐ کی امت پر جو تعدی نامسلم لوگوں نے روا رکھی وہ تو درکنار رہی مسلمانوں کی عورتوں اور بچوں کے ساتھ جو بداخلاقی اور بے رحمی کفار نے کی اسے سن کر جسم پر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ عرصہ دراز تک یہ لوگ خاموش رہے۔ آخرش مجبور ہو گئے جب جان پر آ بنے تو ظالم کے پنجہ سے اپنی اور اپنے بال بچہ کی جان بچانا انسان پر ایک فرض اعلیٰ ہو جاتا ہے۔ دنیا میں آخر ہر چیز کی ایک حد ہوا کرتی ہے۔

marfat.com

یہاں معاملہ حد سے کہیں زیادہ بڑھ گیا تھا۔ جل جس قدر بھی سیتل اور ٹھنڈا ہے گرمائی کی تپش سے وہ بھی اسی طرح تپ جاتا ہے اور ایسے ہی جلاتا ہے جیسے کہ اگنی خود۔

ان سیتل سبھاؤ اور نیک خو مسلمانوں کو مشرکین مکہ نے آگ کے ایک جلتے بلتے تندور میں ڈال دیا ہوا تھا۔ ان کی بے کسی کا یہ عالم تھا کہ ان کے لیے اب ''نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن'' تھی۔ جائیں تو کہاں اور کریں تو کیا۔

مسلمان اصولاً لڑائی سے بہت کتراتے تھے۔ دراصل وہ لڑائی کی طاقت بھی نہ رکھتے تھے۔ ان کا ایک گروہ مکہ سے نکل کر حبشہ چلا گیا تھا۔ دوسرا مشرکان مکہ کی تعدی سے تنگ آ کر مدینہ میں ہجرت کر آیا تھا۔ آنحضرت ﷺ نے خود غاروں میں جا پناہ لی۔ طرح طرح کی اذیت و مصیبت اٹھائی مگر لڑائی کا قصد نہ کیا۔ ایسے فرقہ پر یہ گمان لانا کہ وہ ملک گیری کی تمنا میں آمادہ بجنگ رہا کرتا تھا۔ ایک امر ونا واجب ہے۔ یہ خیال کہ ایک مٹھی بھر مسلم اٹھ کر عرب کے وحشی و خونخوار کفار سے لڑائی پر تلے رہتے تھے قرین قیاس نہیں ہوسکتا۔ اتنی تھوڑی بساط سے ایک پہاڑ سے جاٹکر مارنا یہ اسی کا کام ہوسکتا ہے جس کا اپنا سر چکرایا ہوا ہو۔ آنحضرت ﷺ جیسے 'عقل کل'' کی نسبت یہ خیال پیدا کر لینا کہ وہ اپنی جماعت کو ایسی مصیبت میں پھنسانے سے بھی گریز نہ کرتے تھے ایک بے سمجھ مورکھ اور جاہل اجہل ہی کا کام ہوسکتا ہے۔ قوی شہادت اس امر کی موجود ہے کہ جہاں مسلمانوں نے ہتھیار اٹھائے یا تو اس لیے کہ وہ اپنے آپ کو دشمنوں کے پنجہ سے چھڑائیں اور یا اس لیے کہ دوسرے مظلوموں کو ظالموں سے نجات ملے اور اسلام کا نام دنیا میں قائم رہ جائے۔

marfat.com

باب 12

جنگِ بدر

ایک شخص عبداللہ بن ابی مدینہ کا باشندہ جو شوق شاہی دماغ رکھتا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ وہ مدینہ والوں کا بادشاہ بن جائے گا اس نے ایک تاج بھی اپنے لیے تیار کرالیا تھا۔ مگر آنحضرت ﷺ کی تشریف آوری سے یہ تاج دھرا رہ گیا۔ آپؐ کے اقبال اور روز افزوں جلال کا حاسد ہو گیا، مکہ والے تو پہلے ہی آپؐ کی جان کے دشمن تھے، دشمن کا دشمن دوست ہوا کرتا ہے، اس نے ان سے گانٹھ لی اور اندر ہی اندر ساز باز کرتا رہا اور جاسوس بن بیٹھا، مکہ والوں سے اس نے عہد و پیمان کر لیا کہ اگر تم مدینہ پر حملہ آور ہو گئے تو میں تم کو ہر طرح کی مدد امداد دوں گا اور مکہ والوں نے یہ اقرار کر لیا کہ ہم مدینہ فتح ہو جانے پر تم کو حاکم مدینہ بنا دیں گے، مسلمانوں کو بھی کھٹک گئی کہ ایک تو یہاں یہ مار آستین ہم میں موجود ہے، آڑے وقت پر ضرور کوئی حرکت کرے گا دوئم ان کو یہ بھی علم تھا کہ مکہ کے کفار تو صرف موقع ہی کے انتظار میں ہیں جب بھی داؤ ان کا لگ گیا، ضرور ہم پر حملہ کریں گے۔ اتفاق ایسا پیش آیا کہ ان دنوں ایک قافلہ قریش کا شام سے واپس آ رہا تھا اور اس کو مدینہ کے قرب جوار سے گزرنا تھا، چور کی داڑھی میں تنکا، سردار قافلہ ابوسفیان کو کچھ شک گزرا کہ مکہ اور مدینہ کی مخالفت بہت بڑھ رہی ہے ایسا نہ ہو کہ مدینہ والے کچھ مقابلہ ہی کر بیٹھیں اور ہم لوگ اپنا مال و متاع نقصان کرا جائیں، سردار نے ایک قاصد مکہ دوڑایا اور مکہ والوں سے مدد مانگی، قاصد نے اپنے اونٹ کے کان کتر دیئے،

marfat.com

کچاوہ الٹے رخ لگالیا اور پیرہن چاک کر دیا اور ایک نرالی شکل و وضع بنا کر داخل شہر ہوا۔ قاصد کو یہ خوب سوجھی کیونکہ اس سے اس کی آمد کی منحوس خبر چاروں طرف آنا فانا پھیل گئی۔ لوگ سب اکٹھے ہو گئے ماجرا پوچھا تو اس نے کہا کہ محمدؐ اور ان کے ساتھی ہمارا مال لوٹنے پر آمادہ ہیں۔ تمہیں تو خبر ہے کہ جس نوع کے وہ انسان ہیں تم سے کچھ بن سکتا ہے تو بناؤ۔ ورنہ اپنے مال متاع سے ہاتھ دھو بیٹھو۔ یہ خبر ملنی تھی کہ مکہ میں جنگ کی تیاریاں شروع ہو گئیں۔ جو لوگ سمجھدار تھے وہ آخری لمحہ تک لڑائی کے مخالف رہے مگر عرب کی عقل جتنی بھی اعلیٰ تھی ابو جہل کی جہالت کے سامنے ہیچ تھی۔ اس نے کسی کی بات نہ چلنے دی۔ سب پر غالب الرائے ہو گیا۔ لوگوں کو اس نے آمادہ بجنگ کر لیا اور اپنا لاؤ لشکر لے کر مدینہ پر دھاوا کرنے کو نکل پڑا ادھر یہ دار قافلہ اپنا راستہ تبدیل کر کے صحیح سلامت مع اپنے کل مال و متاع مکہ بھی پہنچ گیا اور اس نے پہنچتے ہی ابو جہل کو بہت سمجھایا کہ مدینہ پر تمہارا حملہ کرنا مطلقاً لایعنی ہے مگر وہ شخص اگر نام کا ابو جہل تھا تو کرتوت کا بھی ایک مکمل اجہل تھا۔ آخر اپنی جہالت سے نہ ٹلا اس نے میدان کارزار گرم کر ہی دیا۔ آنحضرت ﷺ کو بھی یہ معلوم ہو گیا تھا۔ آپؐ مسلمانوں کی ایک چھوٹی سی جماعت ساتھ لے کر مدینے سے نکلے تھے اور بدر کے مقام پر آ پہنچے تھے۔

ابو جہل ایک ہزار جوان ساتھ لایا تھا آنحضرت ﷺ کے ساتھ قریباً ۳۰۰ آدمی تھے جن سے ۸۰ مہاجرین تھے باقی انصار، مگر سب کے سب لڑنے مرنے پر تیار اور ایک دوسرے سے بڑھ کے آپؐ کے جان نثار، دراصل مسلمانوں کو یہ علم نہ تھا کہ انہیں بھاری جمعیت سے مقابلہ پڑ جائے گا مگر پھر بھی ہمت کے میدان میں یہ ذرا نہ گھبرائے اور ڈٹ کر جمے رہے، قدرت نے فتح کے سامان مسلمانوں کے لیے کچھ عجیب مہیا کر دیئے تھے۔ ایک تو موقع ایسا تھا کہ سورج دشمن کے سامنے تھا اور مسلمان کی پس پشت، دوسرے مسلمان ایک اونچی جگہ پر ڈیرہ ڈالے تھے اور دشمن کا لشکر نشیب زمین پر تھا، اتفاقاً بارش ہو گئی اور آئی بھی بڑے زور شور سے

marfat.com

اوپر کا پانی بہہ کر نیچے جا نکلا اور غنیم کی صفوں میں تمام کیچڑ و دلدل ہو گیا اس سے مکہ والوں کے دل ٹوٹ گئے۔ ادھر سے حمزہؓ، علیؓ اور عبیدہؓ میدان میں نکلے ادھر سے عتبہ اور اس کے لڑکے سامنے آئے پھر لڑائی دونوں جانب سے زور و شور سے شروع ہو گئی۔ دونوں لشکر ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑے اور جو ہاتھ چڑھا اسے گاجر مولی کی طرح کاٹ ڈالا، نبی اللہ ﷺ مع ابو بکرؓ میدان میں ایک طرف بیٹھے دعا مانگ رہے تھے کہ "یا الٰہی اپنی امت کی مدد کر اور سچ کا ساتھ دے" کہ اتنے میں وحی نازل ہوئی جس سے نصرت کی خبر ملی، آپؐ نے فتح کی خوشخبری لشکریوں کو سنائی، میدان مسلمانوں کے ہاتھ رہا بہت سے کفار مارے گئے اور باقی بھاگ نکلے، مسلمانوں نے تعاقب کیا اور بھاگتوں کو اسیر کر لیا۔

آنحضرت ﷺ کی شخصیت اور مسلمانوں کی حسن عقیدت بھی قابل غور تھی، ایک نوجوان مسلمان کی شہادت کی خبر سن کر اس کی بڑھیا ماں بولی کہ مجھے اپنے بیٹے کی موت کا ذرا بھی غم نہ ہوگا اگر محمدؐ یہ کہہ دیں کہ وہ واقعی شہید ہو گیا ہے اور اسے بہشت نصیب ہو گیا ہے۔ سبحان اللہ ایمان ہو تو ایسا اور اعتقاد ہو تو اس طرح کا، اس جنگ میں دو مسلمان لڑکے معوذؓ اور معاذؓ بڑے جانباز ثابت ہوئے انہوں نے دشمن کے لشکر میں پہنچ کر صف بہ صف ڈھونڈ کر ابو جہل کو جا پکڑا اور اسے مار مار کر زخموں سے گھائل کر دیا اور خود بچ کر نکل آئے، کفار خود تو بھاگ گئے تھے مگر زخمی ان کے میدان میں پڑے سسکتے تھے۔ اتفاقاً عبداللہ بن مسعودؓ وہاں سے گزرے جہاں ابو جہل گرا پڑا تھا ابو جہل نے آواز دی کہ ارے جانے والے یہ تو بتاتا جا کہ کون لشکر جیتا ہے۔ اور فتح و نصرت کس کے نام لکھی گئی، عبداللہؓ نے اس کو بتایا کہ اسلام کا لشکر فتح یاب ہوا یہ سن کر ابو جہل اول فول بکنے لگا، عبداللہؓ نے کہا کہ "دشمن خدا تو فرعون سے بھی بدتر ہے، وہ مرتے دم تو نادم ہوا تھا اور تو اب بھی منفعل نہیں ہوتا، یہ کہہ کر اس کی توند پر پاؤں رکھا۔ ابو جہل پکارا او گنوار دیکھتا نہیں میں کون ہوں ارے میں مکہ کے لشکر کا سردار ہوں اور حسب

marfat.com

نسب میں سارے عرب سے بہتر یہ تو کیا بے ادبی کرتا ہے پھر بولا دیکھو تو مجھ کو مارنا اور جب تو میری گردن کاٹنے لگے تو ذرا دیکھ بھال کر جڑ سے کاٹنا تا کہ دیکھنے والے میرے کٹے ہوئے سر کو دیکھ کر کہیں کہ واقعی کسی بڑے سردار کا سر ہے کیونکہ اس کی گردن لمبی ہے عبداللہؓ نے ایک وار سے ابوجہل کا کام تمام کر دیا خدائے برحق نے اس طرح اس شخص کا خاتمہ کیا جس نے ایک سو اونٹ اور ایک ہزار چاندی کا سکہ اللہ کے نبی ﷺ کے خاتمہ کرنے کیلیے انعام مقرر کیا تھا۔

کفار مکہ نے اگرچہ منہ کی کھائی مگر انہیں سدھ بدھ پھر بھی نہ آئی۔ ان کی ''غیرت'' نے بھی ایک نرالا ہی نمونہ پیش کیا۔ ان لوگوں نے مکہ میں اعلان کر دیا کہ جنگ بدر کے مقتولوں کا کوئی شخص علانیہ ماتم نہ کرے اور نہ کہیں سے رونے دھونے کی آواز باہر نکلے ورنہ دیکھ کر مسلمان ہم پر قہقہہ زنی کریں گے اور ہم ان کی نظروں میں سبک ہو جائیں گے۔ ایک بڈھا بچارا مصیبت کا مارا اپنے تین نوجوان بچے اس جنگ میں کھو بیٹھا تھا اور اپنی شامت اعمال اور دکھڑے دنیا کے دیکھنے کو پیچھے رہ گیا تھا۔ اب ایسا شخص اگر اپنے بیٹوں کے انتقام کے غم میں نہ روئے تو ان کم عقلوں کی عقل پر تو روئے جنھوں نے قانون قدرت کے خلاف قانون نافذ کر رکھے تھے مگر کوئی روئے بھی کہاں جا کے، کیونکہ اگر کوئی اسے روتا دیکھ پائے تو اس کی شامت آ جائے، ان ظالموں کے ظلم سے تنگ اور اپنی جان سے لاچار بڈھا غریب شہر سے باہر چلا جاتا اور اپنے بچوں کو یاد کر کے اپنی بے بسی پر روتا، ایک دن ایسا واقعہ پیش آیا کہ اسے کسی اور شخص کے رونے کی آواز آئی اس نے جھٹ لونڈی کو بھیجا کہ جا دیکھ تو سہی کیا رونے کی عام اجازت مل گئی ہے؟ لونڈی نے واپس آ کے کہا کہ ایک بیوہ بے کس کا اونٹ گم ہو گیا تھا، ہر چند اس نے تلاش کی ہے دستیاب نہیں ہوا، اب بے چاری مایوس ہو کر آ بیٹھی ہے اور اپنے بخت برگشتہ پر رو رہی ہے یہ سن کر بڈھا بے اختیار زور زور سے رونے لگ گیا کہنے لگا کہ'' یہ کیا اندھیر نگری ہے کہ جو اونٹ چلا جائے تو رونا روا ہے مگر جو تین جوان بچے ناحق خون ہو جائیں تو ان پر

marfat.com

آنسو بہانا بھی ناروا ہے۔

مسلمانوں کو جو غنیمت اس جنگ میں ہاتھ آئی تھی اس کی تقسیم اس طرح پر کی گئی کہ چار حصہ اس کے تو شرکائے جنگ میں بانٹے گئے اور پانچواں نبی اللہ علیہ صلی اللہ کی زیر تحویل بیت المال میں رکھا گیا تاکہ وہ اس سے مفلس محتاج کی مدد کریں یا کسی اور رفاہ عام پر جہاں آپؐ مناسب خیال کریں خرچ کریں۔ جو قیدی اس جنگ میں پکڑے گئے تھے ان کو ابوبکرؓ کی رائے کے مطابق رہا کر دیا گیا، اگرچہ عمرؓ اس سے اختلاف رائے رکھتے تھے، حکم ربانی میں شرائط یہ تھیں کہ غریب اور ان پڑھ تو فوراً رہا کر دیئے جائیں مگر جو زردار ہیں وہ تاوان داخل کریں اور تعلیم یافتہ اشخاص مدینہ میں کچھ عرصہ کے لیے قیام کریں اور مسلمان بچوں کو تعلیم دیں کچھ میعاد مقررہ کے بعد ان کو بھی اپنے اپنے گھروں کو واپس چلے جانے کی اجازت دے دی گئی۔

ان شرائط سے اسیران بہت ہی خوش ہو گئے کیونکہ دنیا میں یہ پہلا ہی واقعہ تھا کہ قیدیان جنگ کیساتھ کسی فاتح نے ایسی خوش اسلوبی سے برتاؤ کیا ہو، یہاں تک پسندیدہ سلوک ان لوگوں سے مسلمانوں نے کیا کہ ان اشخاص کو اپنا مہمان تصور کر لیا جب کسی مسلمان کے گھر اپنے کھانے کو کافی نہ ہوتا تو وہ خود کھجور کھا کے گزارا کر لیتا مگر مہمان کو ضرور گندم کی روٹی ہی دیتا۔ اگر کسی مسلمان کے پاس کہیں جانے کو کافی سواری بہم نہ ہو سکتی تو آپ پاپیادہ ہو جاتا مگر مہمان کو ضرور سوار کرا لیتا، گویا فاتح مسلمانوں اور مفتوح مشرکوں میں کسی قسم کا امتیاز نہ رہا، اس آئین احمد پر اہل اسلام جتنا فخر کریں بجا ہے اور جس قدر ناز اس پر کریں زیبا ہے یہ وہ واقعہ ہے جس کی نظیر اب تک نہیں ملتی۔

marfat.com

باب 13

جنگِ اقر

آنحضرت ﷺ کی زندگی کے حالات اور واقعات اب اس طریق سے تھے۔ جیسے ایک فرمانروا کے اپنی مملکت میں ہوا کرتے ہیں، اگرچہ آپؐ دینوی بادشاہت سے بہت بلند تھے۔ بعض گردونواح کی اقوام سے عہدنامہ اور اقرارنامہ تحریر پا چکے تھے۔ بعض سے رابطہ ورشتہ اتحاد بڑھ رہا تھا۔ بعض ایسے بھی گروہ تھے۔ جن سے مخالفت پیدا ہوتی جا رہی تھی۔ آپؐ انصاف وعدل سے تجاوز کرنے کو خواہ معاملہ مذہبی ہو یا ملکی آئین اسلام کے خلاف سمجھتے تھے۔ مگر حاسدوں کو بھی تو اسی تختہ زمین پر رہنا ہے۔ یہ بھی تو دنیا کے ہر خطہ میں موجود ہوا کرتے ہیں۔ اس لیے لازم تھا کہ کشمکش بڑھے۔

مدینہ کے نزدیک یہودیوں کی بستیاں تھیں۔ ان میں مسلمانوں کے خلاف حسد کی آگ ایسی بھڑکی کہ وہ آپؐ کا اہل مدینہ پر حاکم ہونا اور مکہ والوں کا آپؐ کے لشکر سے شکست کھانا برداشت نہ کر سکے۔ ساتھ ہی ان کو یہ فکر دامن گیر تھی کہ اگر مسلمانوں کی تنظیم اور دبدبہ اگر بڑھتا چلا گیا، تو کوئی دن ایسا آئے گا کہ یہ لوگ ہم کو بھی مغلوب کر لیں گے کیوں نہ ابھی سے ان کی سرکوبی کی جائے اور یہ خدشہ دور ہو جائے۔ اس نیت سے یہودیوں نے اندر ہی اندر جنگ کی تیاری شروع کر دی، مسلمانوں کا انتظام اب بڑا پسندیدہ تھا، ان کو خبر لگ گئی کہ دوسری طرف کیا چال چلی جا رہی ہے۔ انہوں نے پیش بندی کی اور آنحضرت ﷺ (۴۵۰) آدمی لے کر فوراً میدان میں نکل آئے۔ یہود یہ کیفیت دیکھ کر ہیبت کھا گئے اور پہاڑیوں میں جا چھپے۔ ادھر

marfat.com

مسلمان بے فکر ہو کر بیٹھ گئے اور اپنے کھانے پکانے میں لگ گئے، ایک یہودی نے جو کسی اونچی جگہ گھات لگا کر بیٹھا تھا، آنحضرت ﷺ کو دیکھا کہ اکیلے سو رہے ہیں تو موقع غنیمت جانا، فوراً پہاڑی سے اترا اور دبے پاؤں کہ آہٹ نہ ہو آپؐ کے سرہانے آ کھڑا ہوا۔ اور تلوار الف کر کے کہنے لگا کہ اے محمدؐ اب بول۔ تیرا وقت اخیر آ گیا ہے۔ کون ہے تیرا بچانے والا آپؐ اس وقت ذرا نہ جھجکے متانت سے آسمان کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا۔

کہ وہ ہے میرا بچانے والا جس نے مجھے اور تجھے بنایا ہے، وہ ہے جو میری اور تیری جان لے گا، وہ ہے محافظ۔

یہ بات سن کر اس شخص پر کچھ ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ اس کا ہاتھ لرزنے لگا گیا۔ اور تلوار اس کے ہاتھ سے گر پڑنے کو تھی کہ آنحضرت ﷺ نے فوراً پکڑ لی اور ویسے ہی ہاتھ میں اٹھا کر اس سے مخاطب ہو کے کہا کہ "اب تو بول تیرا بچانے والا کون ہے"۔ بیچارا عاجز دبک کے سہم کے جہاں کا جہاں تھا وہیں رہ گیا۔ اور آہستہ سے آنکھیں نیچی کئے کہنے لگا "اجی میرا محافظ یہاں کون ہے"۔ آنحضرت ﷺ نے کہا، کہہ کہ "میرا بچانے والا وہی اللہ ہے، جس نے اپنے رسول محمدؐ کو بچایا ہے" یہ سن کر وہ شخص حیران رہ گیا۔ اس کے دل کی سیاہی دور ہو گئی۔ اور اس نے سچے دل سے کہا "اشهدان لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" اس کے علاوہ اور کوئی واقعہ اس جنگ میں پیش نہیں آیا، نہ لڑائی ہی لڑی گئی، اور نہ کوئی مال متاع ہی کسی کے ہاتھ لگا۔

marfat.com

باب 14

جنگِ احد و جنگِ خندق

ابو جہل کا گزرنا تھا کہ اس کی جہالت کی گدی پر ابو سفیان بیٹھ گیا۔ اس نے قسم کھائی کہ میں جب تک بدر کا انتقام محمدؐ سے نہ لے لوں گا، نہ عورت سے صحبت کروں گا۔ نہ سر میں تیل ملوں گا، وہ اس طرح کی شیخیاں ضرور لوگوں میں بگھارتا رہتا تھا، مگر سامنے نکل کے مقابلہ کی تاب نہ لا سکتا تھا، ایک دن اس نے سوچا کہ قسم تو میں کھا بیٹھا ہوں، اب جب تک کوئی حیلہ بہانہ نہ کروں لوگوں کے سامنے منہ کیسے دکھاؤں، اس نے کیا کیا کہ ایک روز مدینہ کے قرب و جوار میں چپکے سے ایک دستہ آدمیوں کا ساتھ لے کر چلا گیا۔ وہاں چند ایک مسلمانوں کو ان کے گھر میں گھس کر مار آیا۔ اور ایک آدھ گھر کو آگ بھی لگا آیا، بھاگا بھی ایسے جیسے کوئی نیا سیکھا راہ چور آدھی رات کو دم دبا کے بھاگے۔ غرض دوڑتا چلا جاتا تھا۔ کچھ بوریاں ستوؤں کی اس کے ساتھ تھیں وہ راستہ میں پھینکتا چلا آیا۔ ان کے سبب اسے بھاگنا دشوار ہو گیا تھا۔ یہ تو تھی اس کی جوانمردی جس پر وہ آئے دن قسم پر قسم کھایا کرتا تھا۔ اور انتقام کے دانت پیسا کرتا تھا کہ اگر میں نے محمد ﷺ کو سیدھا نہ کر کے چھوڑا تو میں بھی کیا انسان ہوا۔

قریش جنگ بدر میں شکست کھا کر ایسے نادم و شرمندہ ہوئے تھے، کہ سر سامنے نہ اٹھا سکتے تھے، مگر اندر ہی اندر دن رات تیاریوں میں لگے رہتے تھے، واپس مکہ جاتے ہی انہوں نے یہ ٹھان لی تھی کہ بدلہ ضرور لیں گے۔ ہر وقت غصہ کے دانت پیسا کرتے تھے۔ انتقام ان کی سرشت میں تھا۔ اور کینہ ان کی فطرت میں سردار ابو سفیان کی بیوی ایک سخت مزاج کی عورت تھی۔

marfat.com

وہ ہر وقت اپنے خاوند کو اور اس کے ہم نشینوں کو برا بھلا کہتی رہتی تھی، اور طعن و تشنیع کیا کرتی تھی، کہ اے بے غیرت لوگو میرے باپ اور بھائی تو مارے جاویں اور تم منہ دیکھا کرو، تم مردوں سے تو ہم عورتیں زیادہ مستعد ہیں، اور ہم کو تم سے بدر جہا زیادہ غیرت ہے، چلو، جو تم خائف مسلمانوں سے ہو، تو ہم تمہارے ساتھ چلیں گی اور پہلو بہ پہلو لڑیں گی، آخر مردوں کے خون نے بھی آ جوش مارا اور ۳۰۰۰ آدمی سامان حرب سے آراستہ اور نشہ جنگ سے ہوش و حواش باختہ مسلمانوں کے چیر نے پھاڑنے کو نکل پڑے، ادھر مسلمان بچارے شامت کے مارے صرف ۷۰۰ آدمی ہی مقابلہ پر لا سکے جن کو لیکر وہ دامن احد میں آ ٹھہرے، رات دونوں لشکر اپنی اپنی جگہ جم گئے، صبح ہوتے ہی دونوں جانب سے دھاوا ہو گیا اور ایسی گھمسان کی لڑائی مچی کہ اپنے بیگانے کی تمیز نہ رہی۔ جو جس کے ہاتھ چڑھا اس نے کاٹ ڈالا، اور پل کے پل میں کھیت کر دیا، حمزہؓ شہید ہو گئے، آنحضرت ﷺ خود زخمی ہو گئے، تیر و تلوار ہر دو کی چوٹ آئی، اور ایک شدید ضرب در دندان نے بھی کھائی۔

مسلمانوں کا علم بردار بھی مارا گیا اور ان کی صفوں میں شدت کا شورش بپا ہو گیا، علم بردار کی شکل شباہت کچھ کچھ رسول اللہ ﷺ سے ملتی جلتی تھی، اس کے مارے جانے پر یہ بھی خبر اڑ گئی کہ آپؐ شہید ہو گئے ہیں، یہ خبر اڑنی تھی کہ تمام لشکر کا دل ٹوٹ گیا، اور کھل بلی مچ گئی۔ مسلم لشکر کے پاؤں اکھڑ گئے، دشمن کی بن آئی، اور مسلمانوں نے شکست کھائی، کفار قریش نے اب اپنا رخ مدینہ کو کر لیا کہ انہیں پاؤں چلیں اور چل کر مدینہ تسخیر کر لیں مگر ان کے وہاں پہنچنے سے قبل ہی مسلمان لشکر کے پس ماندگان مدینہ وارد ہو گئے اور مقابلہ کو ڈٹ گئے۔ یہ مستعدی دیکھ کر دشمن کا ارادہ ضعیف ہو گیا۔ عمائد کفار کو اب یہ علم بھی ہو گیا تھا کہ آنحضرتؐ حیات ہیں وہ صرف علم بردار تھا جو شہید ہوا تھا اس اطلاع سے ان کو اور بھی دل شکنی اٹھانی پڑی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ حملہ مدینہ کا ارادہ ترک کر دیا۔

marfat.com

مکہ کی عورتوں نے اس لڑائی میں بہت حصہ لیا۔ وہ جنگ بدر کے مقتولوں پر مرثیہ پڑھتی تھیں اور لڑائی سے منہ موڑنے والوں پر تبرا بولتی تھی۔ سردار سفیان کی بیوی ہندہ بھی شریک تھی۔ ہندہ بڑی کینہ جو عورت تھی، باپ اور بھائی کے قتل کا انتقام اس کے دل میں برابر موجود تھا، ایسی شتر کینہ تھی کہ جب تک اس نے حضرت حمزہؓ کی لاش کو ڈھونڈ کر ان کا پیٹ چاک کر کے اور ان کا کلیجہ نکال کر اپنے دانتوں سے چبا نہ لیا، تب تک اس کا کلیجہ ٹھنڈا نہ ہوا، اور پھر اس ڈائن نے اس پر بھی اکتفانہ کیا ان کے کان اور ناک بھی کتر ڈالے۔ آنحضرت ﷺ نے جب اپنے چچا کی نعش کا یہ حال دیکھا تو آپؐ کو بہت صدمہ ہوا، آپؐ اگر چاہتے تو کفار قریش کی تمام لاشوں کا یہی حال کر دکھاتے، مگر اللہ کا رسول ﷺ اور انتقام کا اصول، حریف سے بدلا لینا اور دشمن سے کینہ نکالنا یہ اس پاک سرشت اور نیک اصل سے بہت بعید تھا، دل پر بڑا قلق پیدا ہوا، مگر برداشت کر گئے۔

سردار حارث کا حملہ کرنا

مسلمانوں کو دم لینا کہاں نصیب میں لکھا تھا، بمشکل چند ہی دن گزرے ہوں گے، کہ قبیلہ بنی المصطلق کا سردار چڑھ آیا، مسلمان اس سے ایسے جان توڑ کر لڑے کہ اسے بھاگتے بنی، لوٹ کا مال جوان کے ہاتھ چڑھا، اس میں دو سو نفر، ایک ہزار اونٹ اور پانچ ہزار بھیڑیں تھیں۔ ان نو گرفتاران کے زمرہ میں سردار کی بیٹی جویریہ بھی شامل تھی تقسیم مال میں یہ لڑکی ایک سپاہی کے حصہ میں آئی۔ لڑکی بہت گھبرائی، اس نے سپاہی سے بڑی منت وزاری کے بعد اس کو اس بات پر رضامند کر لیا کہ وہ ایک معقول رقم تاوان کے عوض اس لڑکی کو رہائی دے دے۔ مگر اب اہم سوال تو یہ در پیش تھا، کہ یہ تاوان کہاں سے پیدا کیا جائے۔

لڑکی کے بخت خفتہ جو بیدار ہوئے، تو یہ خبر اڑتے اڑتے آنحضرت ﷺ کے

marfat.com

کانوں تک پہنچ گئی۔ سپاہی سے حکماً اس لڑکی کو آزادی دلانا خلاف آئین تھا، کیونکہ یہ مال اس کا ہو چکا تھا۔ آپؐ نے اپنی گرہ سے تاوان سپاہی کو دے دیا۔ جویریہ آزاد ہو گئی۔ اس پر آپؐ نے لڑکی کو بہ ہمراہی اپنے ایک معتبر ملازم اس کے ماں باپ کے پاس روانہ کر دیا۔

ادھر اس کا روانہ ہونا ہی تھا کہ ادھر سے جویریہ کا باپ بہت سا زر و جواہر لے کر خود مدینہ آ پہنچا تا کہ جو کچھ بھی آنحضرت ﷺ منہ سے مانگیں نذر کروں اور اپنی بیٹی کی بند خلاصی کراؤں، وہاں جو پہنچا اور اپنی بیٹی کی آزادی اور آنحضرت ﷺ کا اپنی گرہ سے تاوان کی ادائیگی کا حال جو سنا تو حیران ہو گیا، کہنے لگا۔ ''مسلمان کہاں اور یہ مرغوب اخلاق کہاں'' سردار اس واقعہ سے ایسا متاثر ہوا کہ خود معہ خویش و اقارب مسلمان ہو گیا، ساتھ ہی اس نے حضورؐ میں یہ عرض گزاری کہ میری بیٹی جویریہ کو آپؐ زوجیت میں قبول کریں، آپؐ ابھی اس سوچ بچار ہی میں تھے کہ اسے کیا جواب دیا جائے، کہ اتنے میں یہ بات لشکریوں تک پہنچ گئی۔ انہوں نے باہمی مل کر یہ عہد کر لیا کہ اگر آنحضرت ﷺ جویریہ کو زوجیت میں قبول کر لیں گے۔ تو ہم اپنے اپنے غلام رہا کر دیں گے، وجہ یہ تھی کہ زیادہ تعداد ان غلاموں کی جو اس جنگ میں اسیر ہوئے تھے جویریہ کی قوم و قبیلہ کے لوگوں سے تھی اور نبی اللہ ﷺ کی محبت و ادب مانع تھے کہ آپ کی منکوحہ کے رشتہ داران آپؐ کے لشکریوں کے پاس غلام رہیں، آنحضرت ﷺ نے جب یہ سنا کہ آپؐ کی شادی سے دو صد بندگان خدا بندی سے آزاد ہو کر اپنا پیدائشی حق آزادی پھر حاصل کر لیں گے۔ تو آپؐ کو تجویز شادی منظور کرنے میں ذرا بھی تامل نہ رہا، اللہ کی قدرت کے رنگ بھی عجیب ہیں۔ کہاں سردار کی لڑکی سے کنیزک کیا۔ اور کہاں اب کنیزک سے سرور عالم کی ملکہ بنا کر بٹھا دیا۔

جنگِ خندق

ابوسفیان کو پہلی لڑائی سے ایک سال کا وقفہ مل چکا تھا، اب اس نے تیاری نئی جنگ کی

marfat.com

بہمہ وجوہ مکمل کر لی، اب کے وہ ۴۰۰۰ قریش اور ۶۰۰۰ یہود لے کر مدینہ پر چڑھ آیا۔ مسلمان اتنا ٹڈی دل لشکر کا آنا سن کر گھبرا اٹھے۔ لگے صلاح مشورہ کرنے اور تدبیر کے گھوڑے دوڑانے، مسلمانوں میں ہر بشر کو یکساں اختیار اظہار رائے کا ہوا کرتا تھا، اور احمدی آئین کا یہی اسوہ حسنہ تھا، ان میں ایک شخص سلمانؓ فارسی موجود تھا، وہ کہنے کہ ہماری جمعیت بہت قلیل ہے اور ہم میدان میں نکل کر سامنے مقابلہ کی تاب نہیں لا سکتے، اب ہمارے لیے سوائے اس کے کوئی اور چارہ نہیں کہ ہم کہیں پناہ گزیں ہو جائیں، حریف کا لشکر عظیم الشان ہے اور ہم مسلمان بے سرو سامان ہیں، اگر مدینہ میں مقابلہ ہو گیا، تو نہ صرف ہم ہی مارے جائیں گے، بلکہ ہمارے بال بچے بھی ساتھ ہی تباہ ہو جائیں گے، جو میری سنو تو مدینہ کے نزدیک ہی جو پہاڑی سلع نام ہے، اس کے دامن میں چل بیٹھو اور اپنے سامنے ایک کھائی گہری کھود لو، پھر دیکھیں گے جو اللہ کرے، آپؐ نے یہ تجویز پسند کی اور سب نے آمین کہی، مسلمانوں کو یہ اندیشہ بھی لگ رہا تھا کہ کفار کہیں شہر مدینہ پر ہی نہ حملہ آور ہو جائیں، اس لیے انہوں نے یہ پیش بندی کی کہ اپنی عورتوں اور بچوں کو قلعوں میں بٹھا دیا اور کچھ ضروری ساز و سامان بھی ان کے حوالہ کر دیا، کہ آڑے وقت پر وہ اپنی حفاظت کر سکیں اور آپؐ توکل باللہ تین ہزار ۳۰۰۰ آدمی جماعت لے کر دامن کوہ میں چلے آئے۔ یہاں پہنچتے ہی آنحضرتؐ نے حکم دیا کہ فی الفور پانچ گز چوڑی اور پانچ ہی گز گہری خندق کھودنی شروع کر دی جائے، اور جب تک کہ ختم نہ ہو لے کوئی آرام نہ لے، جب آنحضرت ﷺ خود اپنے دست مبارک سے کھدائی کر رہے تھے تو سپاہ کا تو پھر کیا حال ہو گا۔ ادھر ہاتھوں میں آبلے پڑ گئے اور کھدائی کے لیے جھکے جھکے کمریں ٹوٹنے لگیں۔ ادھر ہر ساعت غنیم کا ڈر دامن گیر کہ پہنچا کہ پہنچا۔ اب آیا کہ آیا، غنیم بھی وہ دشمن جاں جو دس ہزار جرار سپاہ لیے، ہر ساز سے مہیا اور سامان سے آراستہ برابر چڑھا آ رہا ہو، اور بلاوجہ و بلا عذر آمادہ فساد ہو نہ اسے دھرم کی ہو نہ ایمان کی، نہ اللہ کے رسول ﷺ کی بس دل میں اک حسد کی آگ رکھتا

marfat.com

ہو اور سینہ میں کینہ، ایسے بد شعار و بد اندیش دشمن سے مقابلہ، اللہ پناہ دے، ادھر بچارے مسلمانوں کا یہ حال تھا کہ نہ تو ان کے پاس کافی سامان جنگ ہی تھا اور نہ کھانے پینے کا کوئی رنگ ڈھنگ، ادھر اپنی جان کا خطرہ، ادھر مدینہ میں بال بچہ کی تباہی کا ڈر، مگر یہ خدا کی پیاری اور محمدؐ کے نام پر واری سپاہ برابر ڈٹی رہی جب تک کہ خندق نہ تیار ہوگئی۔ اتنے میں دشمن بھی اپنا لاؤلشکر لیکر چڑھ آیا، اور دونوں لشکر خندق کے آر پار جم گئے، تیر تفنگ دونوں جانب سے چلتے رہے اور اینٹ پتھر سے دو رویہ مقابلہ ہوتا رہا، مسلمانوں کو خندق نے بڑا کام دیا، خندق میں کوئی اترا نہیں اور مسلمانوں نے اس کی سرکوبی پتھروں سے کی نہیں، ایک تو اس خندق نے غنیم کے راستہ میں بڑی کھٹن منزل ڈال رکھی تھی، دوسرے مسلمانوں کی خوش نصیبی سے قریش اور یہود میں باہمی تفرقہ پڑ گیا۔ اور ایک دوسرے سے اعتبار اٹھ گیا، دل دشمن کا تو اسی طرح سے ٹوٹ گیا تھا، مگر اس پر اضافہ یہ بھی ہوگیا، کہ رات کو زبردست آندھی چلی، اور ساتھ بارش بھی گھٹا باندھ کے آ پہنچی، ایسا موسلا دھار مینہ برسا کہ ڈیرے خیمے غنیم کے سب اکھڑ گئے، اور سب سلسلہ درہم برہم ہوگیا، بدانتظامی تو آگے ہی وہاں موجود تھی، بدنسقی اور بدتر ہوئی اور دشمن کو بھاگتے بنی، سردار لشکر ابوسفیان بھاگتوں کا بھی سردار ہی رہا، جو بھاگتے دکھائی دیئے، ان سب میں اوّل وہ تھا، مسلمان خوشی خوشی گھر لوٹ آئے، اگرچہ مال و متاع ان کے ہاتھ کچھ نہ لگا مگر جان بچی لاکھوں پائے۔

marfat.com

باب 15

جنگِ خیبر

یہودیوں نے اب پھر سر اٹھایا، اور ایک بھاری لشکر کھڑا کرنے کا سازو سامان مہیا کر لیا۔ ایسی چال چلے کہ مسلمانوں کو مطلقاً خبر ہی نہ ملی، کہ وہ اندر ہی اندر کیا ساز و باز کر رہے تھے۔ یہاں تک کہ اس سازش میں یہودیوں نے چند قبیلے مکہ کے بھی اپنے ساتھ ملا لیے، اور باہمی یہ عہد و پیمان کر لیا کہ جو بھی ہو ایک دفعہ مسلمانوں کا قلع قمع ضرور کر دیا جائے۔

جونہی کہ مسلمانوں کو پتہ لگا کہ یہودی ہم پر پھر حملہ آور ہونے کا قصد کر رہے ہیں۔ انہوں نے آناً فاناً ۱۴۰۰ آدمی کا لشکر اکٹھا کر کے یہودیوں کے قلعوں پر ایسا چھاپہ مارا کہ سوائے قلعہ خیبر کے باقی سب کے سب ہی تسخیر کر لیے، خیبر کا قلعہ ایک بھاری مرکزی پناہ غنیم کی تھی۔ یہودیوں نے فصیل قلعہ کا دروازہ بند کر لیا اور قلعہ کے اندر سے مقابلہ کی ٹھان لی۔

اب دونوں لشکر باہر جم گئے۔ اور لڑائی کے لیے تلے رہے۔ جانبین سے جب کسی کا اکیلا دوکیلا آدمی ہاتھ چڑھ جاتا تو وہ بچ کے واپس نہ آنے پاتا۔ اتنے میں حضرت علیؓ جو پہلے بسبب علالت طبع لشکر کیساتھ شامل نہ ہو سکے تھے۔ اب آ ملے۔ آنحضرت ﷺ ان کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ اگر چہ طبیعت علیؓ کی ابھی تک ناساز ہی تھی، مگر انہوں نے آنحضرت ﷺ کا رخ جو اس طرف دیکھا تو فوراً ہی ہتھیار باندھ لیے تیر ترکش چڑھائی۔ زرہ بکتر لگائی اور جہاد کا جامہ پہنے اللہ اکبر اللہ اکبر کے نعرے لگاتے اتر آئے میدان میں۔

ادھر سے تن تنہا علیؓ قلعہ کے دروازہ کی طرف بڑھے ادھر سے سردار قلعہ کا بھائی خود

marfat.com

مقابلہ کو نکلا۔ دونوں کی مٹ بھیڑ ہوگئی، کچھ دیر تو وہ برابر ڈٹا رہا مگر آخر اس نے علیؓ کی تلوار سے ایک ایسی منہ کی کھائی کہ اس کی جان ہوا ہوگئی اور قلعہ کے عین آگے اپنے لشکریوں کی آنکھوں کے سامنے ڈھیر ہو کر گر پڑا۔ سردار قلعہ نے جب بھائی کو اپنی آنکھوں کے روبرو سے اس طرح لڑتا مرتا دیکھا، تو اس کے خون نے جوش مارا، چمک اٹھا، اور لشکر لے کر خود باہر نکل آ کھڑا ہوا اور للکارا کہ آؤ نکلو، حضرت علیؓ پھر بڑھے اور دونوں بالمواجہ دنگل میں نکل آئے، سردار بڑا قوی ہیکل جوان تھا۔ اس پر ایک تو نشہ سپہ گری سر میں رکھتا تھا، دوسرے بھائی کے خون کا انتقام دل میں بڑی آن بان سے نکلا، اور دل توڑ کر مقابلہ کیا، مگر ادھر بھی شیر خداؓ تھا اور ہاتھ میں تھی ذوالفقار، تلوار ایسی چلائی کہ سردار مرحب کو سر پاؤں تک آرے کی طرح چیرتی پھاڑتی دو ٹکڑوں میں برابر کاٹتی نکل آئی یہ منظر دیکھنا تھا کہ مرحب کے لشکر کا دل ٹوٹ گیا سب نے بھاگنے کی ٹھان لی اور دوڑ کر قلعہ کے اندر داخل ہو گئے۔ اور دروازہ قلعہ بند کر لیا۔ ادھر سے حضرت علیؓ نے دھاوا بول دیا۔ مسلمانوں نے زور شور سے تعاقب کیا، اور دروازہ قلعہ توڑ پھوڑ کے اندر جا گھسے اور قلعہ اسیر کر لیا علیؓ نے بڑے نمایاں جوہر اس جنگ میں دکھائے، اور بڑا نام پایا، دروازہ اکھیڑ پھینکنے میں انہوں نے وہ زور بازو دکھایا کہ تمام سپاہ دنگ رہ گئی، اور عش عش کرنے لگی، یہود نے اپنے فعل سے پشیمانی ظاہر کی اور آنحضرت ﷺ سے معافی کی التجا کی، آپؐ نے سب کو یک قلم معاف کر دیا ساتھ ہی یہ بھی ہدایت کی۔ کہ جو مذہب تم کو بھلا معلوم ہوتا ہے، اور جو دین تم کو تسلی قلب بخشتا ہے اس پر قائم رہو، اسلام کسی پر جبر کی تعلیم نہیں دیتا۔ البتہ میں یہ ضرور تم کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ میں پیغمبر خدا ﷺ ہوں اور پیغام حق لایا ہوں، اسے سنو گے تو عاقبت کا نفع اٹھاؤ گے۔ تمہیں چاہیے کہ ذات حق کو پہچانو، کیونکہ اس کا شریک ہر دو عالم میں کوئی نہیں ہے۔ لا الہ الا اللہ

marfat.com

مالک الملک لا شریک لہ وحدہٗ لا الٰہ الا ہو

عاشقان جان دل نثار کنند بر در لا الٰہ الا ہو

صوفیان گر بہشت می طلبند ذکر شاں لا الٰہ الا ہو

باغبانِ قدیم لم یزلی صفتش لا الٰہ الا ہو

طوقِ لعنت فگند بر ابلیس حیرتش لا الٰہ الا ہو

مومناں را نعیم شد روزے برکتش لا الٰہ الا ہو

خوش درختے است درمیان جہاں میوہ اش لا الٰہ الا ہو

شمس تبریز گر خدا طلبی خوش بخواں لا الٰہ الا ہو

ترجمہ:

1: اے ملک کے مالک تیرا کوئی شریک نہیں وہ ایک ہے اس کے سوا کوئی اللہ نہیں ہے۔

2: عشاق دل وجان قربان کرتے ہیں تیرے در پر۔ ''اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے''

3: صوفی اگر جنت مانگتے ہیں ان کا ذکر بھی یہ ہے کہ ''اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے''

4: وہ لازوال قدیم باغ کا والی ہے اس کی صفت یہ ہے کہ ''اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے''

5: ابلیس کی گردن میں لعنت کا طوق پڑ گیا ہے کہ وہ حیران ہے کہ ''اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے''

6: ایک روز مومنوں کو بہشت ملے گا اس کی برکت سے کہ ان کا کلمہ ہے کہ ''اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے''

7: دنیا میں وہ درخت خوش بخت ہے جس کا پھل یہ ہے کہ ''اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے''

8: اے شمس تبریز! اگر اللہ کو چاہتا ہے تو خوش الحانی سے پڑھ کہ ''اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے''

خیبر کی لڑائی میں زینب نام ایک عورت کے چند ایک لواحق مارے گئے تھے اس کے

marfat.com

دل میں یہ غصہ بھرا تھا۔ اور وہ دل ہی دل میں زہر اگلتی رہتی تھی، ایک دن اس نے موقع جو پایا تو آپؐ کے کھانے میں زہر ملا دیا، جب آپؐ نے کھانا کھانا شروع کیا، اور ابھی ایک آدھ لقمہ ہی کھایا ہوگا، کہ ذائقہ بہت بدمزہ معلوم ہوا، آپؐ نے ہاتھ کھانے سے اٹھالیا، اور اصحاب کو بھی حکم دے دیا کہ اسے کوئی نہ کھائے، جب تحقیقات کی گئی تو معلوم ہوا کہ اس میں زینب نے زہر ملا دیا تھا۔ زینب بلائی گئی اور اس سے دریافت کیا، اس نے اقبال کرلیا کہ میں نے زہر ملایا تھا۔ اور وجہ اس حرکت کی یہ بتائی کہ میں نے یہ سوچا تھا کہ اگر محمد ﷺ واقعی پیغمبر ہے، تو اسے زہر کا پتہ لگ جائے گا اور اگر میرا وار چل گیا تو میرے بھائی بندوں کے خون کا بدلہ نکل آئے گا۔ آنحضرت ﷺ نے جب یہ اظہار زینب سنا تو اس کی خطا درگزر کردی اور قطعی معافی دے دی، حالانکہ اس زہر کا اثر تمام عمر آپ ﷺ کے صحت بدنی پر موجود رہا اور بار ہا شکائت اس تکلیف کی زبان پر لاتے، مگر زینب کو پھر بھی زبان سے کچھ نہ کہتے۔

marfat.com

باب 16

عہد نامہ حدیبیہ

مسلمانوں کو اپنے باپ دادا کا مسکن چھوڑے اب سالہا سال گزر چکے تھے۔ درد وطن اور محبت مکہ نے ان کے من کو آ گھیرا، ساتھ ہی انہیں زیارت حرم کا اشتیاق حد سے بڑھا جاتا تھا، مسلمان کہتے کہ یارو! یہ کیا ظلم ہے کہ اور قوموں کے لوگ تو اپنے معبد کو جب چاہیں بلا روک ٹوک آئیں جائیں، مگر ایک ہم ہیں۔ جن پر نہ صرف طواف کعبہ بند ہے۔ بلکہ مکہ معظمہ کا داخلہ بھی منع ہے مگر انہوں نے اب قطعی فیصلہ کر لیا تھا کہ خواہ کچھ بھی ہو اب ہم ضرور زیارت کو جائیں گے، اور تیاریاں شروع کر دیں، چنانچہ روز مقررہ کو آنحضرت ﷺ ۱۵۰۰ آدمی زیارت کے لیے ساتھ لے کر مکہ کے رخ روانہ ہو پڑے اور اپنے ساتھ 70 اونٹ بھی قربانی کے لیے یہ تمام لوگ نہتے تھے، آپ ﷺ نے حکم دے دیا کہ کوئی نام کا ہتھیار بھی اپنے ساتھ نہ رکھے، مبادا مکہ والوں کو ہم پر لڑائی کا شبہ گزر جائے۔ مگر وہ لوگ تو فطرتاً ہی ایسے شکی تھے کہ وہاں کسی کے شک دلانے کی کوئی ضرورت نہ تھی انہوں نے مسلمانوں کا نام ہی سنا تو کمریں باندھ لیں اور لڑائی کی ٹھان لی، آنحضرت ﷺ مکہ سے ایک منزل ادھر ہی تھے کہ کیفیت کفار کی آپ نے سن لی، وہیں ٹھہر گئے، وہاں سے ایک قاصد مکہ کو روانہ کیا کہ ان کو جا کے سمجھائے کہ ہم کو غرض صرف طواف سے ہے اور آرزو زیارت کی، اگر ہماری نیت لڑائی جھگڑے کی ہوتی تو ہم احمق تھے کہ بغیر ہتھیار اور سامان کے ہم نہتے چلے آتے، تم اپنا آدمی بھیجو اور اپنی تشفی کر لو کہ ہمارا بیان صحیح ہے یا غلط، مگر مکہ والے بھلا کہاں ان باتوں کو مانتے تھے، انہوں نے ایک نہ سنی اور یہی کہا ہمارے ساتھ پہلے باضابطہ عہد نامہ کرو، تو ہم اندر آنے دیں گے، چنانچہ باہمی شرائط تجویز

marfat.com

ہوتی رہیں اخیر فیصلہ مفصلہ ذیل شرطوں پر ٹھہرا کہ

شرائط عہد نامہ

(1) اس سال مسلمان واپس چلے جائیں البتہ اگر آئندہ سال آئیں گے تو اجازت زیارت کی دے دی جائے گی۔

(2) تین روز سے زیادہ مکہ میں قیام کرنے کی اجازت نہ ہو گی۔

(3) اسلحہ ساتھ لانے کی سخت ممانعت ہو گی۔

(4) اگر کوئی شخص مکہ والوں کا بلا ان کی اجازت کے مسلمانوں کی طرف چلا جائے گا تو مسلمانوں کو اسے فوراً واپس کرنا ہو گا، لیکن اگر کوئی مسلمان ادھر سے بھاگ کر مکہ میں ٹھہرنا چاہے گا تو مکہ والوں پر اس کی واپسی فرض نہ ہو گی۔

(5) دس سال تک کوئی فریق ایک دوسرے پر حملہ نہ کرے گا۔

(6) قریش مسلمانوں کے ہم عہدوں سے مزاحم نہ ہوں گے اور نہ قریش کے حلیفوں سے مسلمان مزاحم ہوں گے۔

مسلمانوں میں بعض شخص اس رائے کے خلاف تھے کہ اس عہد نامہ پر دستخط ثبت کئے جائیں ان کی نگاہ میں ان شرائط کی قبولیت مسلمانوں کے لیے بڑی سبکی تھی۔ آنحضرت ﷺ نے امت پر یہ واضح کیا کہ تم کو یہ شک گزرتا ہے کہ ہم میں سے کوئی مسلم بھاگ کر کفار کے ساتھ جا ملے گا۔ سب یک زباں ہو کر کہنے لگے نہیں ہرگز نہیں۔

آپؐ نے فرمایا، اگر ان کا کوئی آدمی ادھر سے بھاگ کر ہمارے ہاں چلا آئے تو وہ ہمارے کس کام کا ہو گا۔ ہم کو اسے پاس رکھنے کی کیا ضرورت ہو گی۔ سب نے کہا یہ درست ہے۔

marfat.com

اس پر آپؐ نے کہا باقی شرائط پر ہم پہلے ہی سے کاربند ہیں۔ ہتھیار ہم نہ ساتھ لائے ہیں اور نہ آئندہ لائیں گے۔ ہم زیارت کے لیے آئیں گے نہ کہ جنگ کیلیے۔ ایسا ہی تین دن والی شرط میں بھی ہمارے لیے کچھ نقصان نہیں۔ ہمیں زیارت کے لیے تین پہر بھی کافی ہیں۔

ہم مسلم ہیں، شر شرارت سے ہمیں کام نہیں، یہ عہد نامہ نہ لکھا گیا تو فساد بڑھے گا اور نوبت لڑائی تک جا پہنچے گی، اے مسلمانو! اگر ہمیں لڑائی سے گریز کرنا ہے تو اس عہد نامہ پر رضا مندی ظاہر کرو، اس پر سب نے آمین کہی۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے دستخط ثبت کر دیئے اور مسلمان بلا داخلہ مکہ اور بلا زیارت واپس مدینہ چلے آئے۔

عمرہ القضاء

اب عہد نامہ حدیبیہ لکھے ایک پورا سال ہو چکا تھا، مسلمان اس لیے زیارت کے لیے مکہ آئے، تین دن قیام کیا اور رسم رسوم بجالائے، مکہ زیارت کے لیے آنا مسلمانوں کا ایک ایسا پیدائشی حق تھا جیسا کہ اور قوموں اور قبیلوں کا تھا۔ مگر مشرکان مکہ غایت درجہ کے تند خو آدمی تھے ہر وقت حجت پر تلے رہتے تھے اور کوئی نہ کوئی بات سامنے رکھ کر فتنہ وفساد پر آمادہ ہو جاتے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے اسے بڑا غنیمت سمجھا کہ بغیر لڑائی وخونریزی کے مسلمانوں کو کعبہ کا منہ تو دیکھنا پھر نصیب ہوا۔ اس اظہار شکر گزاری کی خاطر آپؐ نے مکہ والوں سے التجا کی کہ وہ آپؐ کی ضیافت منظور کریں۔ آپ نے سوچا کہ اس سے ایک تو آئندہ راہ ورسم باہمی پسندیدہ ہو جائے گی۔ علاوہ اس کے کئی طرح کے گلہ شکوے جو دلوں میں ہوں بھی وہ جاتے رہیں مگر قریش بہت کم ظرف ثابت ہوئے۔ مہمان نوازی کا جواب انہوں نے زباں درازی میں دیا۔

marfat.com

کہنے لگے کہ تین دن کی میعاد معہودہ گزر چکی ہے، آپ اب شہر سے باہر ہو جائیں، آنحضرت ﷺ ذرا ملال خاطر پہ نہ لائے، فوراً شہر سے نکل آئے اور باہر آکر اپنے خیمہ ڈیرے لگا لیے، بعض اشخاص مکہ آپ ﷺ کے یہ اوصاف حمیدہ اور صفات ستودہ دیکھ کر بڑے گرویدہ ہو گئے اور چند ایک نے اسلام بھی قبول کرلیا۔ خالدؓ جو جنگ احد میں آپ ﷺ کے خون کے پیاسے تھے مشرف بہ اسلام ہو گئے، عمر بن العاصؓ نے بھی بیعت کرلی یہ ہر دو آدمی بڑے مشہور ومعروف تھے۔ ان کی شمولیت سے امت کو اور بھی تقویت ملی۔

خلاف ورزی شرائط عہد نامہ حدیبیہ

عہد نامہ حدیبیہ میں جو شرائط رقم کی گئی تھیں، منجملہ ان کے ایک یہ بھی تھی کہ قریش مسلمانوں کے ہم عہدوں سے نہ لڑیں اور نہ اہل اسلام قریش کے طرفداروں سے کوئی فساد برپا کریں، اتفاق ایسا پیش آ گیا کہ مکہ کے قرب وجوار میں دو قبیلے خزاعہ و بنی بکر رہا کرتے تھے۔ ان کا باہمی نزاع شروع ہو گیا اور نوبت بایں جارسید کہ آپس میں لڑائی شروع ہو گئی، خزاعہ آنحضرت ﷺ سے اتحاد رکھتے تھے اور بنی بکر قریش کے طرفدار تھے، اب چاہیے تو یہ تھا کہ دونوں فریق اس تنازعہ میں نہ پڑتے اور اپنے قول وقرار پر قائم رہتے، مگر قریش نے عہد نامہ کی تحریر پر جس کے وہ بڑے شائق اس وقت تھے پانی پھیر دیا اور قبیلہ بنی بکر کو لڑائی میں ہر طرح سے مدد امداد دینی شروع کر دی۔ معمولی مدد پر ہی اکتفا نہ کیا بلکہ ان کے ساتھ شامل ہو کر قبیلہ خزاعہ کے خلاف میدان جنگ میں لڑائی کی شرائط کو صریحاً توڑ دیا۔

شرع و آئین پر مدار نہیں .... ایسے کافر کا کیا کرے کوئی

جب یہ خلاف ورزی شرائط قریش کی جانب سے عمل میں آئی تو خزاعہ نے اپنا قاصد

marfat.com

نبی ﷺ کے پاس مدینہ بھیجا اور یہ پیغام لایا کہ ہم پر اب وقت آ بنا ہے اور آپ کا اور ہمارا اتحاد ہے۔اس لیے اب ہمارا مطالبہ آپ سے ہے کہ آپ ہماری مدد کریں اور وعدہ ایفائی کریں ہم پر یہ آڑا وقت ہے، اگر آپ اس وقت ہمارے کام آئیں گے تو ہم یہ نیکی آپ کی کبھی نہ بھلا سکیں گے۔قاصد نے ساتھ ہی ایک اور بھی حرکت قریش کی بتائی کہ یہ لوگ بڑھتے بڑھتے حرم محترم کے اندر جا گھسے ہیں اور ان ناپاکوں نے مقدس معبد کو خون سے آلودہ کر دیا ہے۔ بلکہ کئی شخص خانہ کعبہ کے اندر بھی مارے جا چکے ہیں حالانکہ یہ رسم اور رواج حضرت ابراہیمؑ کے وقت سے برابر چلا آتا تھا کہ اگر کوئی شخص جرم کر کے بھی آ پناہ لے تو وہ گرفتار نہیں کیا جا سکتا تھا، اس قدر منزلت وتوقیر سے اس جگہ کو دیکھا جاتا ہے، چہ جائیکہ یہ لوگ ایسی امن گاہ کو ایک رزمگاہ بنالیں اور وہاں بھی ایک دوسرے کا خون بہانے کو آمادہ ہو جائیں، نبی اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ لوگ اب حد سے بڑھ گئے ہیں اور ان کے گناہ کی ناؤ اب بھر چکی ہے اس قدر بے باکی اور اتنی بے دینی کہ کعبہ میں جا کے یہ ایک دوسرے پر تلواریں گھسیٹیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ جگہ مشرک کے لیے نہیں ہے، یہ مسلم کا معبد ہے، قاصد سے کہا کہ خلاف ورزی اقرار نامہ کی ضرور انہوں نے کی اور تم مستحق مدد کے ہو، اگر ''اب میں تمہاری مدد نہ کروں تو اللہ تو میری مدد نہ کی جیو'' یہ کہا اور مکہ پر چڑھائی کا حکم دے دیا۔

marfat.com

باب 17

مکّہ پر دھاوا

لشکر کا مکہ روانہ ہونا:

کوچ کا نقارہ بجنا تھا کہ نشان پیغمبر لہرائے اور علم احمد اڑائے لشکر ایک بڑی دھوم دھام سے مکہ کی جانب روانہ ہو پڑا۔ جہاں جہاں سے رسول اللہ ﷺ کی سواری گزرتی تھی مسلمان ہمرکاب ہوتے چلے جاتے اور کیوں نہ ہوتا یہ مکہ کی چڑھائی تھی۔

وہ مکہ جہاں قریش مسلمانوں کو غلامی سے بھی بڑھ کر کمتر و احقر سمجھتے تھے اور ہر وقت ان کو طعن و تشنیع کرتے تھے، وہ مکہ جہاں طواف و زیارت کیلیے ہر قوم و قبیلہ کے لوگ تو بلا اجازت آئیں جائیں مگر مسلم کو وہاں قدم رکھنے کی اجازت نہ دیتے تھے وہ مکہ جو سینکڑوں ہزاروں مسلمانوں کے باپ دادا کا مسکن رہا ہو مگر بجرم قبولیت اسلام مکہ والے انہیں مار کوٹ کر باہر نکال دیا کرتے تھے، وہ مکہ جہاں قریش مسلمانوں کو اس تقصیر میں کہ وہ رسول خدا ﷺ کو گالیاں فحش دے کر قریش کو خوش کیوں نہیں کرتے، ننگا کر کے گرم ریت پر بچھا کر اوپر بھاری پتھر رکھ کر جان سے ہلاک کر دیا کرتے تھے۔

یہ ہے وہ مکہ جس پر آج چڑھائی ہے۔ پھر بھلا کون ایسا مسلمان ہو جو اس مکہ پر دھاوا سنے اور شامل لشکر نہ ہو، جس کی رگوں میں کچھ بھی غیرت کا خون باقی تھا اٹھ کھڑا ہوا، جسے ذرا بھی ننگ اسلام تھا کمر بستہ ہو گیا، مکہ پہنچنے تک بارہ ہزار ۱۲۰۰۰ جوان نبی اللہ ﷺ کے جھنڈے تلے تیار اور اسلام کے نام پر جاں نثار آپؐ کے ساتھ شامل ہو گیا، مکہ کے پڑوس میں پہنچ کر لشکریوں نے خیمے گاڑ دیئے اور ڈیرے ڈال دیئے مکہ کے اردگرد گویا ایک نیا شہر آباد ہو گیا جہاں

marfat.com

آنکھ پڑتی روشنی ہی روشنی دکھائی دیتی اور جدھر نگاہ اٹھتی آگ ہی آگ نظر آتی یا تو مکہ والے بے خبر خواب خرگوش میں سوئے پڑے تھے، یا اب یکا یک اٹھے پتہ انہیں تب ہی لگا جب سب مکہ گھر گیا اور چھوٹا بڑا سب ناکہ بند ہو گیا۔ مکہ والے آنحضرت ﷺ کا یہ بلند اقبال اور جاہ و جلال دیکھ کر جہاں کے جہاں تھے وہیں دبک کے رہ گئے۔ ایک دوسرے کی جانب ششدر و حیران ہوئے دیکھتے اور کہتے کہ یہ کیا ہونے لگا ہے۔ ان کے دل میں آخر یہ تو گزرتی ہی ہو گی کہ کبھی وہ بھی دن تھا، جب ہم اس شخص کے دماغ کا خلل دور کرنے کے لیے اور اس کے سر سے جن نکالنے کے لیے ماندری و کاہن بلانے کی تجویزیں کیا کرتے تھے یا آج یہ دن ہے کہ یہ ہماری سرکوبی کے لیے ۱۲۰۰۰ سپاہ جرار لیے دروازہ پر آڈٹا ہے۔

ابوسفیان کا مسلمان ہونا

آخر وہ لوگ تو جتنا بھی گھبرائیں بجا تھا، کیونکہ یہ بات ہی گھبراہٹ والی تھی، مگر سردار ابوسفیان کے بھی ہاتھ پاؤں پھول گئے، بھلا اب وہ کرے بھی تو کیا اور جائے تو کہاں جائے نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن، ادھر ادھر بھاگتا پھرتا تھا، جیسے کوئی بھولا بھٹکا مسافر منزل سے دور تھکاوٹ سے چور مارا مارا پھرتا ہے اور اسے کوئی راہبر نہیں ملتا، اسی عالم میں سرگرداں وہ شہر سے باہر نکلا کہ میں ذرا اپنی آنکھوں سے جا دیکھوں تو سہی کہ آخر کتنی جمعیت ہے، جو ہماری تباہی کو آموجود ہوئی ہے، آخر کوئی صورت بھی ایسی ہے جس سے یہ بلا ٹل سکے اور ہماری جان بچ جائے۔ ایسا اتفاق پیش آیا کہ حضرت عباسؓ سے جو لشکر کے ساتھ تھے۔ ابوسفیان ملاقی ہو گیا، ان سے بڑی منت و زاری سے استدعا کرنے لگا کہ اگر آپ سے کچھ بھی ہو سکتا ہے تو ہمارے لیے اس وقت ضرور کرو ورنہ ہم لوگ برباد ہو جائیں گے اور مکہ کی اینٹ سے اینٹ بج جائے گی۔ عباسؓ نے کہا تم اللہ پر بھروسہ رکھو، اس پر ایمان لاؤ اور ان بتوں سے اپنی جان چھڑاؤ، چلو میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کے حضور میں لے چلتا ہوں وہ تمہاری عقدہ کشائی کریں گے اور

marfat.com

تمہاری مشکل حل کریں گے ۔ میرے ساتھ آؤ، میں آنحضرت ﷺ سے تیرے لیے امان چاہوں گا، یہ بات چیت ابھی ہو رہی تھی کہ حضرت عمرؓ نے دیکھ لیا دیکھتے ہی آگ بگولا ہو گئے اور شمشیر برہنہ لیے ابوسفیان کا سر کاٹنے کو دوڑے کہ یہ کافر یہاں کدھر سے آ گیا۔ حضرت عباسؓ نے جو رنگ بگڑا اس طرح دیکھا تو وہ رسول کریمؐ کی جناب میں بھاگے گئے اور جا کے وہاں عرض معروض کی اور ابوسفیان کی جان بخشی کرا کر عمرؓ کو آ کے اطلاع دی ورنہ انہوں نے تو ٹھان لی تھی کہ یہ شخص گردن زدنی ہے، ابوسفیان کی جب جان بچی اور اسے امان ملی تو وہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آ کے مشرف بہ اسلام ہو گیا۔

نہ کہیں جہاں میں اماں ملی جو ملی تو پھر وہ کہاں ملی

میرے جرم ہائے سیاہ کو تیرے عفوِ بندہ نواز میں

نبی اللہ ﷺ نے اپنے لشکر کے سرداروں سے بات چیت کرنے کے بعد یہ اعلان کر دیا کہ اس جنگ میں تین نوع کے لوگوں پر مسلمانوں کا ہتھیار اٹھانا بالکل روا نہ ہو گا۔ اول وہ شخص جو خانہ کعبہ میں داخل ہو جائے۔ دوئم وہ جو اپنے گھر کے اندر رہے اور مسلمانوں سے مزاحمت نہ کرے۔ سوئم وہ جو ابوسفیان کے گھر میں جا پناہ لے۔ آنحضرت ﷺ نے یہ بھی حکم دے دیا کہ ابوسفیان کو ایک اونچی جگہ بٹھا دیا جائے تا کہ وہ بچشم خود لشکر کی طاقت کا اندازہ لگا سکے اور مکہ والوں پر حقیقت حال عیاں کر سکے۔

ابوسفیان کا واپس مکہ جانا

ابوسفیان نے نبی اللہ ﷺ سے درخواست کی کہ مجھے واپس جانے کی اجازت دی جائے تا کہ قبل اس کے لشکر وارد مکہ ہو، میں وہاں پہنچ جاؤں اور مکہ والوں کو راہ راست پر لانے کی کوشش کروں۔ ایسا نہ ہو کہ کہیں وہ احمق لوگ مقابلہ کو آمادہ ہو جائیں اور اپنی جانیں ناحق تلف کرالیں۔ ابوسفیان اجازت حاصل کر کے مکہ چلا آیا اور خانہ کعبہ میں کھڑا ہو کے

marfat.com

بلند آواز سے کہنے لگا۔

اے مکہ والو، ذرا میری بات غور سے سنو یہ وقت نازک ہے توجہ سے سنو، میں ابھی مسلمانوں کے لشکر سے آرہا ہوں اور تمہیں ایک نصیحت کرنا چاہتا ہوں امید ہے کہ تم پوری پوری توجہ سے اسے سنو گے، اے مکہ والو! تم مطلقاً اس لشکر کا مقابلہ نہیں کر سکتے، لشکر کی عظمت کا اندازہ اور فوج کے انتظام کی خوبی مجھ سے بڑھ کر تو تم نہیں دیکھ سکتے، میں سب چیزیں ان آنکھوں سے مشاہدہ کر کے آیا ہوں، میری سنو اور لڑائی کا وہم و گمان بھی نہ کرو، سچ پوچھو تو اب نجات ایک ہی بات میں ہے جو سلامتی اپنی اور سلامتی اپنے بال بچہ کی چاہتے ہو تو خدائے واحد پر ایمان لاؤ اور ان بتوں سے اپنی جان چھڑاؤ، ہم پر یہ سب عذاب اور تمام عتاب ان کا لایا ہوا ہے، انہوں نے کب کسی سے وفا کی، اب تو چھوڑ دان کو جو یہ ہم سے ایک دفعہ چھوٹ جائیں، تو یقین جانو کہ ہم دنیا کے دکھوں سے چھوٹ جائیں، اے مکہ والو! اب یہ لشکر چڑھا آرہا ہے، یہ لشکر خدا کا ہے، اسے خدا کے گھر سے آج بت نکال دینے ہیں۔ یہ خدا کا گھر ہے نہ کہ بتوں کا، ہم سب بندے خدا کے ہیں، اور محمد ﷺ رسول خدا ہے، اے میرے بھائی بندو گوش ہوش سے میری ندا سنو، خدائی لشکر پہنچا کہ پہنچا، بس گھڑی ہے کہ پل، جس کسی کو پناہ لینی ہے، یا خانہ کعبہ میں ٹھہرے یا اپنے ہی گھر کے اندر رہے یا میری زیر پناہ آجائے، ورنہ مارے جاؤ گے۔ اور پچھتاؤ گے۔ اے مکہ والو! مجھے اللہ نے اپنا نور عطا کیا ہے اور محمدؐ نے مجھے مسلمان کر لیا ہے۔

ابوسفیان کی بیوی

ابھی وہ کہہ ہی رہا تھا کہ اس کی بیوی ہندہ (وہی سخت دل ہندہ جس نے حمزہؓ کی لاش سے ان کا کلیجہ نکال کر چبایا تھا) سامنے نکل آئی، خاوند سے کہنے لگی، اے بے غیرت تو اپنے باپ دادا کا مذہب ملت ترک کر بیٹھا ہے، اب ہمیں بے دین کس لیے کرتا ہے، ادھر ہمارے بتوں کے سر پر آبنی ہے، ادھر تو نے ایک نئی آفت لا ڈھائی ہے، اے قوم فروش یہ اتفاق

marfat.com

کا وقت تھا کہ ہم باہمی مل کر اتحاد غنیم کا مقابلہ کرتے، اے بے ایمان اور ادھرم انسان، تو تو مخبر ہے محمد کا، تو تو جاسوس ہے دشمن کا، اے مکہ والو! کہاں ہے تمہاری قوم کی غیرت اور کدھر ہے تمہارے دھرم کی لاج، آؤ بڑھو، پکڑو، مارو اسے جانے نہ دو اسے سنگسار کرو۔

ایسا طوفان بدتمیزی مچا کہ لوگ اس کی بوٹی بوٹی کھانے کو تھے کہ یکا یک ادھر شور اٹھا کہ محمدی لشکر دروزاہ پر آ گیا، سب کو اپنی اپنی پڑ گئی، جدھر جس کا منہ اٹھا دوڑا اور پناہ کے لیے بھاگا۔ فاتح لشکر کی کیفیت یہ تھی کہ علم احمدی شیر ببر خالدؓ کے ہاتھ میں تھا۔ نبی اللہ ﷺ خود قصوا اونٹنی پر سوار تھے۔ اور سیاہ لباس زیب تن کیئے تھے۔ آپؐ کے دائیں بائیں بارہ ہزار مہاجر و انصار تلواریں الف کئے، نیزے ہلاتے، نشان اڑاتے، اسلام کے نام پر جاں نثار اور آنحضرت ﷺ کی الفت میں سرشار برابر بڑھے چلے آتے تھے۔ تکبیر (اللہ اکبر) اور تہلیل (لا الہ الا اللہ) کے نعرے بلند کئے بلا روک ٹوک مکہ تک پہنچ گئے۔ اور شہر کے دروازوں کے اندر وارد ہو گئے۔ فرداً فرداً معمولی قسم کی چند ایک حرکات بعض اشخاص سے سرزد ہو گئیں مگر مزاحمت کسی گروہ یا قبیلہ کی طرف سے بالکل پیدا ہی نہ ہوئی۔ ان اشخاص میں ایک تو جاہل ابو جہل کا بیٹا عکرمہ تھا۔ کچھ اوباش اور بدمعاش قصبہ کے اور کچھ لچے لنگاڑے ارد گرد کے اکٹھے کر کے وہ ایک گھات میں آ بیٹھا جب خالدؓ وہاں سے گزرے تو اس نے تیر چلانے شروع کر دیئے معمولی سی مڈبھیڑ ہوئی، تین مسلمان اور تیس مشرک مارے گئے، ابو جہل کا بیٹا اپنی جہالت کا نمونہ دکھا کے بھاگ گیا اور یہی اس سے امید تھی۔ علاوہ بریں کچھ عورتیں بھی جمع ہو گئیں۔ انہوں نے اپنے سر کے بال کھول دیئے اور کپڑا سر سے اتار کر گھوڑوں کے منہ پر مارنا شروع کر دیا۔ غالباً اس خیال سے کہ گھوڑے بھڑکیں، مگر یہ سب گیدڑ بھبکیاں ہی تھیں لشکر خدا کا شہر میں داخل ہو چکا تھا اور رسول خدا ﷺ خانہ کعبہ بھی پہنچ چکے تھے، اب باقی رکھا ہی کیا تھا۔

marfat.com

باب 18

فتح مکہ

نبی اللہ ﷺ نے سات دفعہ خانہ کعبہ کا طواف کیا اور پھر حرم محترم میں داخل ہو گئے۔ ۳۶۰ بت اور تصاویر وہاں اندر موجود تھیں، آپؐ نے اپنے دست مبارک سے ہر ایک بت کو چور چور کر دیا اور تصویروں کو جو دیواروں پر نقش تھیں مٹوا دیا، سب سے بڑا بت ہبل تھا، جس کے روبرو ہر مصیبت میں مصیبت زدہ لوگ جا کے سرنگوں ہوا کرتے تھے اور جس کے حضور میں جا کے من کی مرادیں مانگتے تھے۔ یہ بت بہت اونچائی پر تھا، نبی اللہ ﷺ نے علیؓ کو اوپر چڑھایا اور ان سے اس مورتی کو چکنا چور کرایا، جب آپؐ کسی بت کے قریب اسے توڑنے کے لیے جاتے تو ہر بار یہ کلمہ کہتے تھے "حق آیا اور جھوٹ گیا"" "حق آیا اور جھوٹ گیا"

حرم محترم سے فارغ ہو کر آنحضرتؐ نے شہر کی جانب رخ کیا آدمی شہر میں شاید ہی کوئی ایسا ہوگا جس نے آنحضرت ﷺ کو دکھ نہ دیا ہو، گستاخیاں نہ کی ہوں یا آپؐ پر اینٹ پتھر نہ چلایا ہو، یا اور کسی نہ کسی طریقہ سے اپنا منہ کالا نہ کرایا ہو۔ آج حساب کتاب کا دن تھا، ہر بشر خائف تھا کہ بس آج میری خیر نہیں، جو جو جس نے کیا تھا وہ اس کی آنکھوں کے سامنے پھر رہا تھا۔ ماستک بر ماست کردنی خویش آمدنی پیش، جہان دیکھو سہم گین آنکھ ہی نگاہ پڑتی تھی، ہر منہ پر مردنی چھائی ہوئی تھی اور ہر فرد بشر کے سامنے اس کی موت مجسم کھڑی تھی۔

ترحم اے رسول ﷺ سرورِ پاک
بجان افتادہ ام بردار از خاک

marfat.com

سیہ روزم سیہ کام و سیہ دل
زآب لطف خود برشوئے ایں دل
کسے جز تو نباشدِ دستگیرم
مرا مگزار تا اعمیٰ نمیرم

ترجمہ:

1: اے رسول سرور پاک ﷺ مجھ پر رحم فرمایئے مجھ گرے پڑے کو خاک سے اٹھا لیجیے!

2: میں سیاہ روز، سیاہ بخت اور سیاہ دل ہوں۔ اپنی مہربانی کے پانی سے اس دل کو دھو دیجیے۔

3: تیرے سوا! میرا کوئی دوسرا دستگیر نہیں ہے۔ مجھے مت چھوڑ یئے تا کہ میں اندھا نہ مر جاؤں۔

پیغمبری رحمت

آنحضرت ﷺ شہر کے اندر پہنچ کر لوگوں سے مخاطب ہو کے کہنے لگے" اے قریش! آج انتقام کا دن نہیں ہے، آج روز رحمت ہے، جو جو حرکت تم میں سے کسی نے میرے ساتھ یا میری امت کے کسی آدمی کے ساتھ کی جو شرافت سے دور یا اخلاق سے بعید تھی، ہم سب نے اسے بھلا دیا تم بھی اب اسے بھول جاؤ۔ آج کے دن "میں نے تم کو آزاد کر دیا" آئندہ ہر بدی سے پرہیز کرو اور خدا سے مدد مانگو اعلان عام کر دیا کہ کوئی مسلم کسی مشرک سے کسی قسم کی چھیڑ چھاڑ نہ کرے یا تو مکہ ماتم کدہ بنا ہوا تھا یا اب گھر گھر شادیانے بجنے لگے، یکا یک سب کے چہروں پر گئی گزری رونق پھر آنمودار ہوئی اور خوشی و شادمانی نے پھر واپس اپنی شکل آدکھائی۔ پیغمبر ﷺ کی یہ دریا دلی اور فراخ حوصلگی دیکھ کر لوگ فریفتہ ہوئے جاتے تھے اور بار بار یہی زبان پر لاتے تھے کہ ہم لوگ تو اتنی دیر بھولے ہی رہے، ہمیں کیا علم تھا کہ محمد ﷺ مجسم رحمت ہے۔

marfat.com

ابو جہل کے بیٹے کو معافی

عکرمہ بن ابو جہل تو بھاگ گیا تھا، اس کی بیوی یہیں تھی۔ سرکار میں حاضر ہوئی اور پیغمبر ﷺ سے خاوند کی جان بخشی کی درخواست کی۔ یہ عکرمہ فتح مکہ والے روز بھی شرارت کیے بغیر نہیں رہ سکا تھا، تین مسلمانوں کو شہید اور تیس مشرک اپنی طرف کے قتل کرا کے روپوش ہو گیا تھا۔ علاوہ بریں دونوں باپ بیٹا عمر بھر ان ہی ریشہ دوانیوں میں ہمہ تن مصروف رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کا سر کس طرح کاٹا جائے۔ سو اونٹ اور ہزار سکہ چاندی انعام آپؐ کا سر قلم کرنے کیلیے رکھنا بھی اسی اجہل خاندان کے جاہلوں کا کام تھا۔ مگر آنحضرت ﷺ نے سب کچھ یک قلم بھلا دیا اور معاف کر دیا جب عکرمہ کی بیوی اور ماں برقع پوش عکرمہ کو ساتھ لے کے جناب میں حاضر ہوئیں تو آپؐ ایسے التفات وارتباط سے پیش آئے کہ جیسے کوئی بچھڑا دوست ملا کرتا ہے۔ عکرمہ نے آخر بیعت بھی کر لی اور مسلمان ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی ماں اور بیوی بھی مسلمان ہو گئی۔

اپنی دختر کے قاتل کو معافی

ایک بدکردار بنام ہبار تھا۔ اس نے نبی اللہ ﷺ کی دختر نیک اختر حضرت زینبؓ کو جب وہ حاملہ تھیں اور مدینہ میں جا رہی تھیں۔ بڑی بے رحمی سے پتھر مارے تھے کہ وہ اونٹ سے گر گئیں اور اسی صدمہ سے ان کا حمل ساقط ہو گیا۔ یہ ہبار نابکار بھی دربار میں حاضر ہوا اور دست بستہ معافی چاہی، نبی اللہ ﷺ نے معاف کر دیا۔

شاعر زہیر کو معافی

ایک شخص کعب بن زہیر ایک عجب فتنہ پرداز تھا، مگر اللہ کی شان یہ ایک بڑا قابل شاعر تھا اور عجب ذہن رسا رکھتا تھا۔ اس کی تمام ذہانت آنحضرت ﷺ کی ہجو لکھنے میں خرچ ہوا

marfat.com

کرتی تھی۔ ''صداقت و پھٹکار بریں ذہن رسارا'' اس شخص کے زور قلم سے مسلمانوں کو اتنا نقصان پہنچا جتنا کہ ہزار کفار کے زور بازو سے نہ پہنچا ہوگا۔ اب یہ ایک قصیدہ لکھ کر لایا، ملتجی معافی ہوا آپؐ نے معاف کر دیا۔

حبشی وحشی کو معافی

ایک شخص جس کا نام وحشی تھا، وہی سیاہ شکل و سیاہ دل تھا جس نے حضرت حمزہؓ کا قتل کیا تھا، جو آنحضرت ﷺ کے چچا تھے۔ اس نے بھی سرکار میں حاضر ہو کر اپنی حرکت سے پشیمانی ظاہر کی، آپؐ نے اسے بھی معاف کر دیا۔ حبشی کہا کرتا تھا کہ کفر میں جس طرح خیر الناس حمزہؓ میرے ہاتھ سے مارے گئے تھے۔ اسی طرح اسلام میں شر الناس مسیلمہ کذاب میرے ہاتھ سے فی النار ہوا ہے۔ یہ کذاب وہی شخص ہے جس نے دعویٰ پیغمبری کا کیا تھا۔

سردار ابوسفیان کی بیوی ہندہ کو معافی

اب آئی وہ کینہ سے بھری اور ڈاہ اور کپٹ والی ہندہ، جنگ احد بھی اپنے خاوند کو طعن وتشنیع کر کے اسی نے کرائی۔ اسی پر قناعت نہ کر کے خود لڑائی میں گئی اور نبی اللہ ﷺ کے چچا حمزہؓ کی لاش پر چڑھ کر او پر بیٹھ گئی۔ ان کا ناک اور کان اس نے خود کتر ڈالا، پھر اس ڈائن نے ان کا کلیجہ نکال کر اپنے منہ سے چبایا، پھر اسی بدکردار عورت نے فتح مکہ والے روز اپنے خاوند کی داڑھی پکڑ کے اسے خوب مارا پیٹا اور گھسیٹا اور یہ عورت صرف اس تقصیر میں کہ اس نے اسلام کیوں قبول کیا، بائیں ہمہ آنحضرت ﷺ نے اسے بھی معاف کر دیا۔

معافی عام

سبحان اللہ! کیا ٹھکانا دریائے رحمت کی اس طغیانی کا تھا، یہ دریا امڈا اور ہر غلاظت و عفونت گنا کی بہالے گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے قتل کے قصد کرنے والوں کو، اپنی نور چشم

marfat.com

کے قاتلوں کو، اپنے چچا کے کلیجہ کھانے والوں کو، سبھی کو معافی دے دی اور قطعی معافی۔ قتل عام دنیا کی تواریخوں میں اکثر سنتے تھے مگر قاتلوں کی معافی نہ سنی تھی اور عقل سے پوچھو تو وہ تو اب بھی نہ مانے کہ ایک بندہ خدا بندگان خدا پر اتنا رحم و فضل کر سکتا ہے کہ قاتلوں کو معافی عام دے دے۔ مگر اس بچاری بھولی بھٹکی عقل کو اس ایک کی کیا خبر وہ "ایک" رسول خدا ﷺ وہ "ایک" رحمت کا دریا نہ اسے کینہ سے کام نہ انتقام سے غرض، وہ رحم کا چشمہ وہ محبت کا منبع، وہ بندۂ کبریا، وہ حبیب خدا ﷺ۔

یا رسول اللہ ﷺ حبیبِ خالقِ یکتا توئی
برگزیدہ ذوالجلالِ پاک بے ہمتا توئی
نازنینِ حضرتِ حق صدرِ بدرِ کائنات
نورِ چشمِ انبیا چشمِ چراغِ ما توئی
یا رسول اللہ ﷺ تو دانی امتانت عاجزند
عاجزان را رہنما و جملہ را ماوا توئی

ترجمہ:

1: یا رسول اللہ ﷺ آپؐ خدائے واحد کے محبوب ہیں اور خدائے ذوالجلال و بے مثال کے آپ برگزیدہ ہیں۔

2: آپؐ اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں اور کائنات کے منبع نور ہیں۔ انبیاء کی آنکھ کی روشنی اور ہمارے چراغ کی آنکھ بھی آپؐ ہیں۔

3: یا رسول اللہ ﷺ آپؐ جانتے ہیں کہ آپؐ کے امتی بے بس ہیں۔
آپ تمام بے بسوں کے رہنما اور سب لوگوں کا ٹھکانہ ہیں۔

marfat.com

باب 19

جنگ ہوازن

مسلمانوں کا اقتدار بڑھتا دیکھ کر قبیلہ ہوازن اور ثقیف کے سرداروں کے دل میں یہ شبہ بیٹھ گیا کہ مسلمانوں نے مکہ تو لے لیا ہے، ہماری اب خیر نہیں ۔ یہ جنون ان کے دماغ میں ایسا گھر کر گیا کہ ہر وقت اسی خبط میں لگے رہتے تھے اس بناء پر انہوں نے تیاریاں جنگ کی بھی شروع کر دیں اور ایک بھاری لشکر مکہ پر دھاوا کرنے کے لیے کھڑا کر لیا۔

ادھر اللہ کے نبی ﷺ کو جب ان کی کارستانیوں کی خبر ملی تو آپؐ نے یہ صلاح ٹھہرائی کہ قبل اس کے کہ غنیم مکہ کے قرب و جوار میں پہنچ جائے اور ہم یہاں اس کا مقابلہ کریں۔ بہترین طریق یہ ہوگا کہ اس کے سب راستے پہلے ہی روک دیئے جائیں اور وہ اس جانب بڑھنے ہی نہ پائے۔

چنانچہ آپؐ نے کوچ کا حکم دے دیا۔ بارہ ہزار ۱۲۰۰۰ جوان مسلم و نا مسلم مکہ سے دشمن کے مقابلہ کو چل پڑا اور شہر سے دس میل کے فاصلے پر مقابلہ ہو گیا۔ جانبین سے ہر دو لشکر جان توڑ کے لڑے مگر دشمن کو دنداں شکن شکست اٹھانی پڑی۔ قلعہ سر ہو گیا فتح مکہ والوں کی رہی۔ علاوہ بہت سے زر و مال کے ۲۰۰۰ قیدی مسلمانوں کے ہاتھ آئے جو رسم و رواج وقت اور آئین جنگ کے مطابق غلام قرار دیئے گئے اور مسلم سپاہ میں تقسیم کیے گئے۔

لڑائی کے خاتمہ پر رسول اللہ ﷺ جو میدان جنگ سے گزر رہے تھے تو اتفاقیہ آپ ﷺ کی نظر ایک لاش پر جا پڑی۔ آپ ﷺ وہیں رک گئے اور دریافت کیا کہ یہ فعل کس کا ہے ۔ کسی نے پاس سے کہا کہ خالدؓ نے اسے قتل کیا ہے۔ آپؐ نے اسی وقت خالدؓ کو بلوایا اور عبرتا

marfat.com

سمجھایا کہ عورت یا بچہ یا مزدور پیشہ شخص کا قتل سپاہی کے لیے ناروا ہے۔ جو شخص خود ہتھیار نہ اٹھائے اور مقابلہ کو سامنے نہ آئے اس کا قتل جائز نہیں قرار دیا جا سکتا ہے۔

ایک اور واقعہ بھی اس جنگ میں پیش آیا۔ وہ یہ تھا کہ نبی اللہ ﷺ نے لوٹ کا مال متاع قریش اور دیگر قبائل کو تقسیم کر دیا تھا اور انصار کو اس دفعہ اس سے کچھ حصہ نہ پہنچا۔ اس پر ان کو رنج پیدا ہوا، آنحضرت ﷺ کو جب یہ خبر لگی تو آپ ﷺ نے ان کو بلایا اور مخاطب ہو کے یوں کہا۔

اے انصار تم لوگ گمراہ تھے، تم کو راہ راست پر لایا گیا۔ تمہیں باہمی فتنہ فساد سے جو ہر وقت کا م تھا، نکال کر باہم متحد و متفق بنایا گیا۔ تمہیں ایک دوسرے کا یار غمخوار بنایا۔ تم ذلیل و رسوا رہتے تھے، تم کو معزز سردار بنایا، اے انصار! مجھے یہ بات سن کر رنج پیدا ہوا ہے کہ میں تو تمہارے لیے یہ سب کچھ کروں مگر تم مجھ سے کشیدہ خاطر اس لیے ہو جاؤ کہ میں نے دو اونٹ فلاں شخص کو کیوں دے دیئے اور تم کو کیوں نہیں دیئے۔ چار بھیڑیں کیوں فلاں کے حوالہ کر دیں اور تمہارے لیے نہیں رکھیں۔ اے انصار تم اس بات پر خوش نہیں ہوتے کہ لوگ اونٹ اور بکریاں ساتھ لے کر گھر جائیں اور تم رسول اللہ ﷺ کو ساتھ لے کے گھر آؤ۔

یہ سننا تھا کہ انصار اپنے فعل سے شرمسار ہو گئے کہنے لگے۔ یا رسول اللہ ﷺ ہم نے حماقت کی کہ آپؐ کی تقسیم پر حجت کی، یہ بالکل بجا ہے اور ہمارا تمام شکوہ شکایت ناروا ہے۔

چھ ہزار غلام کی آزادی

قیدیان جنگ کی غلامی نے آپؐ کی طبیعت پر بڑی قلق پیدا کر رکھی تھی، مگر کوئی مناسب موقع ہاتھ نہ لگتا تھا کہ انہیں آزاد کر دیا جائے۔ ایک دن حسن اتفاق سے ہوازن کے سفیر آ گئے اور انہوں نے آ کے منت سماجت کی کہ آپ ﷺ سب پر رحم کرتے آئے ہیں، مگر

marfat.com

ایک ہم ہیں کہ اس فیض سے اب تک محروم ہیں، ہم پر کرم کیجیے اور ہمارے قیدی آزاد کیجیے، رسول اللہ ﷺ تو دل سے ایسے موقع کے منتظر تھے۔ آپؐ نے فرمایا کہ تم لوگ ایسے کرو کہ نماز کے وقت مسجد میں آجاؤ، جب ہم لوگ نماز سے فارغ ہو جائیں تو تم یہی درخواست سب مسلمانوں کے روبرو پیش کرو۔

مطابق ہدایت کے یہ سفیر نماز کے بعد مسجد پہنچ گئے اور رہائی کی التجا کی۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ سنتے ہی سفیران ہوازن سے کہا کہ میں اپنے اور اپنے خاندان کے غلام خدا کے نام پر بغیر کسی معاوضے کے آزاد کرتا ہوں۔" جونہی نبی ﷺ کی زبان مبارک سے یہ کلمہ نکلا۔ فوراً ہی جملہ جماعت کے لوگوں نے ایک زبان فیصلہ کرلیا کہ ہم نے بھی اپنے اپنے غلام بلا معاوضہ یا تاوان نام نبیؐ رہا کر دیئے۔ یہ تو امید ہی تھی، مسلم کو محمدؐ کا اشارہ ہی کافی تھا، چہ جائکہ وہ نمونہ نبی ﷺ کی نیکی کا اپنے سامنے دیکھے اور پھر تقلید اس کی نہ کرے، اک آن کی آن میں چھ ہزار آدمی یا تو غلام تھا یا آئین احمدی کے اک کرشمہ سے پھر پایہء انسان تک پہنچ گیا۔

نبی اللہ ﷺ کی اس مروت سے یہ لوگ اس درجہ کے متاثر ہوئے کہ ان رہائی یافتہ غلاموں نے اسلام قبول کرلیا۔

حاتم طائی کی بیٹی

قبیلہ طے کے لوگوں نے اب سر اٹھایا، یہ لوگ غیر مسلم تھے، ہر چند مسلمانوں نے ان کے ساتھ سلوک ورسوخ رکھنے کی کوشش کی مگر ان پر کچھ اثر نہ ہوا اور شرارت بڑھتی ہی گئی، بلکہ طے والوں نے اور قوموں کو بھی مسلمانوں کے خلاف بھڑکانے کا رویہ اختیار کرلیا جس کسی سے ملتے جلتے، اہل اسلام کو اور بالخصوص آنحضرت ﷺ کی ذات بابرکات کے متعلق بہت برا بھلا کہتے۔ خفیہ تیاری جنگ پر بھی انہوں نے اب کمر باندھ لی تھی۔

marfat.com

جب آنحضرتؐ کو ان کی ریشہ دوانیوں کا علم ہوا، تو آپؐ نے علیؓ کو ان مفسدہ پردازوں کی گوشمالی کے لیے تعینات کیا۔ سردار طے جو شہر عرب "سخی حاتم" کا بیٹا تھا۔ مقابلہ کی تاب نہ لا سکا اور بھاگ گیا۔ سپاہ نے ہتھیار ڈال دیئے۔ اسیران کی جماعت سرکار ﷺ میں حاضر کی گئی۔ اس بدقسمت گروہ میں بچاری مصیبت کی ماری دختر حاتم طائی بھی شامل تھی، نبی اللہ بھلا کہاں یہ برداشت کر سکتے تھے کہ ایسے سخی باپ کی بیٹی اس بے کسی کی حالت میں رہے۔ آپؐ نے دیکھتے ہی فوراً اس کی رہائی کا حکم دے دیا مگر آفرین ہے اس کی تربیت پر اور صد آفرین اس کی شرافت پر حکم رہائی کا سن کر کے کہنے لگی مجھے اس رہائی میں کیا خوشی ہو سکتی ہے۔ جب میرے سب خویش اقارب قید میں رہیں یہ میرے لیے بہت مشکل ہے۔ آگے بھائی بھاگ گیا ہے، اب میں بھی اپنے آدمیوں سے منہ موڑ جاؤں، یہ مجھ سے ہرگز نہ ہو گا جو بھی جرم ہے ہم سب کا یکساں ہے، میں بصدر ضا و رغبت اس جرم کی سزا اپنے بھائی بندوں کے ساتھ بھگتوں گی، ان سے علیحدگی مجھے سخت سزا ہے، قید رہوں گی تو ان کے ساتھ رہوں گی۔ یہ میرے ہیں اور میں ان کی ہوں میں گھر سے ان کے ساتھ ان ہی کی ہو کے چلی تھی اور یہاں بھی ان کے ساتھ ان ہی کی ہو کے رہوں گی۔

اے محمدؐ! اے حاکم وقت! مجھے رہائی کی مروّت سے رہائی دے۔ مجھے اس رہائی سے یہ قید بھلی۔ میں کیا منہ لے کے واپس اپنے گھر جاؤں گی۔ میری خوشی اسی میں ہے کہ مجھے اپنے بھائی بندوں کے ساتھ قید رہنے کی اجازت دے۔

نبی اللہ ﷺ نے جب یہ گفتگو اس لڑکی کی سنی تو آپؐ کا دل بھر آیا۔ حکم دیا کہ سب قیدیوں کے بند کھول دو اور سب کو آزاد کر دو۔

marfat.com

باب 20

جنگِ موتہ

آنحضرت ﷺ نے حاکم بصرہ کی طرف اپنا ایلچی روانہ کیا اور اس کام پر حارثؓ کو مامور کیا۔ ان کو راستہ میں اتفاق سے شجر بن عمر عیسائی مل گیا۔ یہ شخص قیصر کے دربار کے امیروں کبیروں سے تھا اسے ایک تو گھمنڈ اپنی امارت کا تھا، دوسرا اسے دلی عناد مسلمانوں سے تھا، جونہی کہ مسلمانوں کے ایلچی کو اس نے اکیلا پایا، فوراً حکم اس کے قتل کے دے دیا اور اسے مروا ڈالا، حارثؓ کے بے گناہ و بے تقصیر مارے جانے سے آپؐ کے دل پر بڑا صدمہ پہنچا، قطع نظر اس کے آپؐ اپنے ملک کے حاکم وقت تھے، قتل ایلچی کوئی معمولی بات نہ تھی، جو سرسری طور پر نظر انداز کی جاسکتی۔۔ اس وقت خاموش رہنے سے آپؐ کے اندرونی انتظام ملک میں خلل پیدا ہونے کا بڑا خطرہ تھا اور گردونواح کی اقوام میں بدامنی کا اندیشہ علیحدہ۔ کیا مسلم و کیا نا مسلم، سبھی نے مل کر آپؐ سے مطالبہ اس امر کا کیا کہ شجر بن عمر جیسے دشمن کا ایسا انسداد کما حقہ کیا جائے کہ آئندہ کوئی عیسائی کسی بے گناہ مسلم کی جان کا قصد نہ کر سکے۔

آپؐ نے حملہ کا حکم دے دیا کہ شجر بن عمر کو گرفتار کیا جائے۔ حکم نبی اللہ ﷺ کا ملنا تھا کہ تین ہزار مسلم جرار اسلام کے نام پر مرنے مارنے کو تیار گھروں سے نکل پڑا، لشکر مخالف بھی دوسری طرف سے بڑھا آرہا تھا، موتہ پہ آکے مقابلہ ہوگیا، دونوں طرفوں نے اپنی اپنی صفتیں جمادیں، تلواریں نیام سے کھینچ لیں اور کشت وخون شروع ہوگیا۔ لڑائی ایسی لگی کہ خون کی ندیاں بہہ نکلیں، شرحبیل کا بھائی لڑتا مارا گیا، مگر خود شرحبیل بھاگ گیا۔ سفیر کو مار ڈالنا تو اس نے سہل

marfat.com

سمجھا تھا مگر اب جان بچانی اسے مشکل ہوگئی۔ اس نے بھاگ کر ایک قلعہ میں جا پناہ لی اور ہرقل سے مدد مانگی، ہرقل قسطنطنیہ کا شہنشاہ تھا۔ اس نے بڑی بھاری فوج مدد کو روانہ کی۔ ایک لاکھ عیسائی ایک طرف سے اور قریباً تین ہزار مسلم دوسری جانب سے ایک دوسرے کے مقابلہ میں آمنے سامنے آ کے ڈٹ گئے۔ اتنا ٹڈی دل لشکر دیکھ کر مسلمان حیران رہ گئے اور دست بدعا ہو گئے۔

اس وقت ہر طرف سے ہلاکت کے سیاہ بادل مسلمانوں کی اس قلیل جماعت پر چھا گئے تھے اور کہیں سے بھی کوئی روشنی کی شعاع انہیں نظر نہ پڑتی تھی کہ یکا یک ایک شیر دل مسلم جس کا نام عبداللہ بن رواحہؓ تھا۔ آگے بڑھا اور للکارا۔

اے مسلمانوں! کیا تم آج کوئی نئے لڑنے کو نکلے ہو کہ غنیم کی سپاہ دیکھ کر تمہارے دل دہل جائیں! کیا تمہیں یہ خبر نہیں کہ دشمن کی طاقت اس کے لشکر پر ہے، مگر ہماری ہمت ہمارا ایمان ہے! ہمیں خوشی اسلام کے نام پر کٹ کے مرجانے میں ہے نہ کہ فتحیاب ہو کے گھر جانے میں! اے مسلمانو! اے جوانمردو! آؤ نکلو، بڑھو آگے، مارو، مرو اور شہادت کا انعام پاؤ، اس کے منہ سے یہ نکلنا تھا کہ لشکر کی چاروں جانب سے اللہ اکبر اللہ اکبر کے نعروں سے آسمان گونج اٹھا، مسلمانوں کے بجھے ہوئے دل پھر روشن ہو گئے اور دھرم کی سوئی ہوئی اگنی ان کے ہردہ میں پھر سلگ اٹھی، ہر مسلم کے من سے اسلام کے پریم کا ایک ایسا شعلہ نکلا کہ اس کا تن بدن اگن ہو گیا۔ علمبردار کا حکم دینا تھا کہ تین ہزار مسلم ایک لاکھ عیسائی پر ٹوٹ پڑا اور۔

شکست و فتح نصیبوں سے ہے ولے اے میر
مقابلہ تو دل ناتواں نے خوب کیا

لڑائی ترازو کے تول تل گئی، جانبین سے جانبازوں نے بڑھ بڑھ کے جانیں دیں، مگر مسلمان تو ایسا دل توڑ کر لڑے جیسے واقعی میدان سے بچ جانا ہی ان کے لیے گناہ

marfat.com

قرار دے دیا گیا تھا۔ دن بھر ان کے دائیں بائیں ان کے ساتھی ہمراہی اور سپاہی کٹتے مرتے سسکتے دم دیتے رہے اور یہ اپنی آنکھوں دیکھا کئے مگر مجال کہ ان کا پاؤں جگہ سے ہلے یا دل ٹھکانے سے ہٹے ایسے ڈٹ کے جمے جیسے اعتقاد اسلام ان کے دل پہ جما ہوا تھا۔ عیسائی یہ حالت مسلم دیکھ کر ششدر و حیران رہ گئے کہنے لگے یہ لوگ بنی نوع انسان ہیں یا کس بلا کے بندہ ہیں۔ یہ کس مٹی کی ساخت ہیں، آخر ان کو ہوا کیا جا رہا ہے۔ یہ کیوں مرنے پہ عاشق ہیں اور کیوں جان سے اس قدر لاپرواہ ہیں۔ ہم نے سمجھا تھا کہ آخر یہ کہاں تک لڑیں گے، ایک کا علاج دو ہوا کرتا ہے۔ یہ تین ہزار ہیں اور ہم سو ہزار ہم تو چور ہو گئے۔ اس پر بھی یہ وار پہ وار کیے جا رہے ہیں مسلمانوں کی استقامت کا عقدہ عیسائیوں سے حل نہ ہو سکا نہ ان کی اسلام پر جاں نثاری کا مسئلہ ان کے دماغ تک پہنچ سکا۔ وہ نئی روح جو مسلمانوں کے اندر پھونکی گئی تھی۔ جو یہ صدقہ اور قربانی کرا رہی تھی اس کے علم سے عیسائی بالکل بے بہرہ تھے۔

اتنے میں شام کی آمد سے اندھیرا ہو گیا اور لڑائی تھم گئی رات کو مٹھی بھر مسلمانوں نے جو باقی رہ گئے تھے یہ صلاح ٹھہرائی کہ صبح ہوتے ہی پھر دھاوا بول دیں اور اسی میدان میں اپنے شہید ہمراہیوں کے پہلو بہ پہلو شہادت حاصل کریں، عیسائی ادھر باوجود اس قدر بھاری سپاہ کے کچھ شش و پنج میں پڑے ہوئے تھے کہ اب لڑیں یا پیچھے مڑیں، ان کو اب یہ تو خوب ذہن نشین ہو گیا تھا کہ جب تک کوئی نام کا مسلمان بھی باقی ہے، میدان نہیں دے گا۔ اس لیے وہ کچھ دل شکستہ سے رات بھر رہے، ادھر مسلمانوں کے تین سپہ سالا مارے جا چکے تھے اب چوتھے حضرت خالدؓ تھے انہوں نے علم لیتے ہی پہلا کام یہ کیا کہ دوسری صبح نور کے تڑکے اپنی تمام صفوں کا رخ الٹ پلٹ دیا۔ لشکریوں کو آگے پیچھے ہٹا دائیں بائیں ہلا ایک نئی شکل اور جدید صورت کا نقشہ بنا کے کھڑا کر دیا تا کہ ایک تو دشمن کل کے تجربہ سے آج فائدہ نہ اٹھا سکے، دوئم یہ کہ لڑائی کا زور سب پہلو پر یکساں رہے، جو تھک کے چور ہو گئے ہیں، انہیں ذرا دم لینے کی

marfat.com

فرصت بھی ہو جائے، دشمن نے جونہی یہ نیا انتظام دیکھا تو انہوں نے یہ سمجھ لیا کہ وہی کمک مسلم سپاہ کیلیے پہنچ گئی ہے، دل تھوڑا تھوڑا تو ان کا پہلے ہی سے ہوا جا رہا تھا، اب بالکل ہی ٹوٹ گیا۔ بھاگ نکلے اور ایسے بھاگے کہ کہیں دم تک نہ لیا میدان موتہ مسلم کے ہاتھ رہا اور نصرت اسلام کے نام لکھی گئی۔

اس جنگ پر بھیجتے ہوئے رسول کریم ﷺ نے اپنا علم زیدؓ کے ہاتھ میں دیا تھا۔ جب وہ لڑتے لڑتے دشمن کے لشکر میں جا گھسے اور وہیں شہید ہو گئے تو پھر محمد علم حضرت جعفر طیارؓ نے لے لیا وہ بھی ایسے لڑے کہ کوئی کیا لڑے گا، پہلے تو ان کا گھوڑا زخمی ہو کے گر پڑا، پھر ان کا دایاں بازو کٹ گیا، بعدش بایاں بھی اسی طرح کام آیا، آخر کو خود بھی شہید ہو گئے۔ آنحضرت ﷺ نے جب یہ واقعہ سنا تو آپ ﷺ کے آنسو نکل آئے، آپ ﷺ فرمانے لگے کہ ذات باری نے ان دو بازوؤں کی جگہ جعفرؓ کو دو ایسے بازو جنت میں عطا کیے ہیں کہ وہ اڑتے پھرتے ہیں۔ اسی لیے ان کو "طیارؓ" کہتے ہیں۔ ان دونوں سپہ سالاروں کے گزر جانے کے بعد رسول اللہ ﷺ کا نشان عبداللہ بن رواحہؓ نے لیا، وہ بھی شہید ہو گئے، یہ تمام شہداء آنحضرت ﷺ نے خود مقرر کر کے بھیجے تھے کہ زیدؓ کی شہادت پر عبداللہؓ نشان لے لیں، ان تینوں کی شہادت کے بعد چونکہ سردار لشکر کوئی مقرر نہ تھا۔ سپاہ نے جو خالدؓ کو بالاتفاق انتخاب کر لیا تھا اور علم ان کے ہاتھ میں دے دیا تھا۔ ان کی ترکیب و ترتیب ایسی احسن ثابت ہوئی کہ دشمن نے شکست فاش کھائی۔ آنحضرت ﷺ نے اس نمایاں خدمت کے صلہ میں خالدؓ کو سیف اللہ کا خطاب عطا کیا۔

حضرت زیدؓ وہی بچارے بیکس غلام حضرت خدیجہ کے تھے، جن کو آنحضرت ﷺ نے قبل از بعثت آزاد کیا تھا اور حضرت جعفرؓ، حضرت علیؓ کے بھائی تھے۔ جو اس گروہ کے سرگروہ تھے۔ جس نے حبش میں ہجرت کی تھی۔

marfat.com

باب 21

رسالت وسفارت

رسالت وسفارت

ملک حجاز میں اب شجر اسلام جڑ پکڑ گیا تھا اور یہ اندیشہ مسلمانوں کے دل سے دور ہو گیا تھا کہ اسے قریش کی آندھی یا یہود کا طوفان کوئی نقصان پہنچا سکے گا، چونکہ یہ اطمینان قوی ہو چکا تھا، اب آپؐ نے توجہ باہر کے ممالک کی طرف مبذول فرمائی، چونکہ آپؐ اللہ کا پیغام لائے تھے۔ اس لیے یہ لازم تھا کہ پیغامبری کی جاتی اور پیغام الٰہی کی اطلاع ملک بہ ملک پہنچائی جاتی، اس حکم الٰہی کی تعمیل میں آپ ﷺ نے دعوت اسلام کے خطوط عرب کے ارد گرد ممالک میں شاہان وقت کو اپنے ایلچیوں کی معرفت روانہ کیئے۔ مراسلے سربمہر تھے۔ مہر پر ''محمد رسول اللہ ﷺ'' نقش تھا، آپؐ کے سفیر حبشہ، ایران، روم، شام اور مصر میں پیغمبری پروانہ لے کے پہنچے تحریر صاف صریح تھی اور نوشت دلیرانہ اس پایہ کی تھی جیسے کہ ایک نبی اللہ ﷺ کی شان کے شایاں ہو۔۔۔۔۔

بھیجنے والا اس خط محمد ﷺ جو خدا کا بندہ ہے اور اللہ کا رسول ﷺ ہے۔ بنام شاہ۔

ملک فلاں، والیے فلاں، واضح ہو کہ سب خلقت خدا کی ہے تم بندہ اس کے ہو، میں تم کو اس کی طرف راغب کرتا ہوں، اس پر ایمان لاؤ اور عاقبت کا نفع اٹھاؤ۔۔۔

نجاشی بادشاہ حبشہ نے تو جب سے آنحضرت ﷺ کی رسالت کا ذکر سنا تھا، تب ہی دل میں اسلام قبول کر لیا تھا مگر اب اس نے علانیہ اپنا اسلام قبول کرنا سب کے سامنے تسلیم کر

marfat.com

لیا۔شاہ روم نے بھی محمدی سفارت کی بڑی عزت کی اور تحفہ تحائف دے کر واپس کیا، دل سے اسلام اس نے بھی قبول کر لیا، مگر دائیں بائیں اس کے عیسائی ہی عیسائی تھے۔ وہ یہ حوصلہ اس وقت نہ کر سکا کہ لوگوں میں برملا اعلان کر دے، کیونکہ اسے یہ اندیشہ تھا کہ میرے مسلمان ہو جانے سے مبادا میری سلطنت میں فتور مچ جائے، شاہ ایران البتہ سفیر سے اچھی طرح پیش نہ آیا مگر اللہ نے اسے جلدی ہی سزا بھی اس کی دے دی۔

امیر وغریب یکساں

ان ہی ایام میں ایک اچھے گھرانے کی بڑی متمول عورت بجرم چوری گرفتار ہوگئی۔ جرم اس پر ثابت ہو گیا اور مطابق قانون وقت اس وقت اس کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دے دیا گیا، یہ عورت بڑے رسوخ والی تھی، بڑے بڑے لوگ سفارشی آئے اور آ کے حضور میں عرض کی کہ اس کا پیشہ چوری نہیں ہے، نہ اسے کسی چیز کی پرواہ ہی پڑی ہے، مگر یہ فعل شامت اعمال سے کر بیٹھی ہے، آپ ﷺ اسے معافی دیں اس پر رحم کریں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ۔۔۔

امیر وغریب کے ساتھ اللہ کی حدود مساوی ہیں۔ پہلی امتوں میں اسی سے تو خرابی واقع ہوئی ہے کہ لوگوں نے غریبوں کے لیے ہی تمام قاعدے نافذ کئے اور اونچے لوگوں کے لیے کوئی قید نہ رکھی، قسم اس خدا کی، جس کے ید قدرت میں محمد ﷺ کی جان ہے کہ اگر محمد ﷺ کی لڑکی فاطمہؓ بھی چوری کرے تو اس کا ہاتھ بھی اسی طرح کاٹا جائے گا، جس طرح اس چور کا، مجھ سے یہ توقع ہرگز نہ رکھنی چاہیے کہ میں امیروں کیلیے ایک علیحدہ قانون بناؤں گا اور غریبوں کے لیے ایک علیحدہ، میرے لیے یہ ہر دو آنکھیں برابر ہیں۔

آئین احمدی کا یہ نمونہ مشاہدہ کر کے سفارشی لوگ اپنا سا منہ لے کر واپس چلے گئے۔

marfat.com

شاہ غسان کا مسلمان ہونا

انہی دنوں میں آنحضرت ﷺ نے ایک مراسلہ بادشاہ غسان کو لکھا اور اسلام کی دعوت بھیجی، اس نے اسلام کا چرچا اور آپ ﷺ کی رسالت کا تذکرہ پہلے بھی کچھ سنا تھا، سفیر پہنچنے پر زیادہ ہی متاثر ہوا اور اسلام قبول کر لیا۔ عمرؓ کی خلافت کے زمانہ میں ایسا واقعہ پیش آیا کہ اس بادشاہ نے اپنی شاہی کے نشہ میں اور طیش کی حالت میں ایک بیکس مسلمان کو ایک طمانچہ مار دیا، عمرؓ نے حکم دیا کہ جب تک اس مظلوم کو راضی نہ کرے گا، یہ گناہ تیری گردن پر رہے گا اور تیرے ساتھ بھی ایسا سلوک کیا جائے گا جیسا کہ تو نے اس عاجز کے ساتھ کیا ہے تو بیشک بادشاہ ہے مگر اسلام کی نگاہ میں تو مرتکب جرم ہے اور قابل سزا ہے۔ بادشاہ بڑا جھنجھلایا اور کہنے لگا کہ یہ اسلام بھی غضب ڈھاتا ہے میں حاکم کیا ہوا، جو مجھے ایک طمانچہ چلا دینے کا اختیار بھی اپنی رعیت کے ایک آدمی پر نہ ہوا، یہ عجب نوع کی مسلمانی ہے کہ چھوٹے بڑے میں کوئی امتیاز ہی نہ رکھا جائے اور حاکم و محکوم میں تفریق ہی اڑ جائے، عمرؓ نے جواب میں کہا کہ بادشاہ سلامت اسلام اخلاق اور انصاف پر مبنی ہے۔ یہاں شاہ و گدا کا درجہ اس لحاظ سے برابر ہے، بادشاہ بڑا گھبرایا اور سوچنے لگا کہ اگر میں مرتد ہو جاؤں تب بھی خلاصی نہیں اور جو مسلمان تو یہ اب میری توقیر رہ گئی ہے۔ اب میرا کسی طرح چھٹکارا یں نہیں۔ میں نے چھوڑا اسلام اور ساتھ ہی اپنی سلطنت کا انتظام کسی اور کے حوالے کر کے بھاگ کر ملک شام کو چلا گیا۔ روایت ہے کہ موت سے پہلے اس نے پھر اسلام قبول کر لیا۔

محمدی سفیر

نبی اللہ ﷺ نے اسلام کا پرچار برابر جاری رکھا، قبیلہ قبیلہ میں ایک مسلمان عالم

marfat.com

اسلام کی ایتیں سمجھانے اور راہ حق بتانے کے لیے تعینات کر دیا تھا، نتیجہ اس کا نہایت خاطر خواہ ثابت ہوا۔ ۱۰ ہجری تک قریباً قریباً کل عربستان مسلمان ہو گیا۔ اسلام نے زیادہ تر روک مکہ میں ہی دیکھی یا کچھ رکاوٹ پھر بھی، یہاں ''گھر کا پیر ہلکا'' والی بات بھی عائد تھی اور ساتھی ہی یہ دقت بھی حائل تھی کہ بتکدہ مکہ میں تھا۔ وہیں سے بتوں کا نکالنا تھا۔ اس لیے بتوں کے خلاف معرکہ آرائی مکہ ہی میں ہو سکتی تھی۔ جب یہ میدان صاف ہو گیا اور بتوں کا قابو لوگوں کے دلوں سے ہٹ گیا تو پھر اسلام جہاں جہاں بڑھتا گیا، اپنا جھنڈا گاڑتا گیا، آئے دن کسی نہ کسی حاکم یا سردار، امیر یا تاجدار کے مشرف باسلام ہونے کی خبر حضور تک پہنچ جاتی تھی۔ نبی ﷺ کی رحلت سے پہلے عرب کے اردگرد کے ممالک میں اسلام کا بول بالا ہو رہا تھا اور مسلمانوں کی ہر جگہ دھاک بندھ رہی تھی اس گردونواح میں کوئی دربار باقی نہ رہا تھا، جہاں مسلمانوں کی سفارت موجود نہ ہو، نہ کوئی سلطنت ہی ایسی تھی، جہاں مسلم ایلچی نظر نہ آتا ہو۔

marfat.com

باب 22

اشارہ روانگی

جس شخص کی محنت کا صلہ اور مشقت کا ثمرہ اس کی اپنی حیات میں اسے قدرت اس طرح مہیا کر دے، جس انسان کی آتما کو یہ کامل تسلی و تشفی ہو جائے کہ وہ مقصد جس کے لیے ذاتِ حق نے اسے دنیا میں بھیجا تھا۔ وہ پورا ہو چکا ہے۔ ایسے انسان کے اطمینان قلبی کا اظہار وہ خود ہی کرے اور کون کرسکتا ہے، جب نبی اللہ ﷺ اس خوش نصیبی سے بہرہ ور ہو چکے تو نزول آیت ہوئی، جو بشارت روانگی کی رکھی تھی۔

نزول آیت نسبت روانگی

"الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دیناً"

ترجمہ: آج میں نے تم لوگوں کے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا، اپنی نعمت تم پر پوری کی اور تمہارے لیے دین اسلام میں نے پسند کیا۔

marfat.com

اس وحی سے اشارہ عیاں تھا کہ جس مدعا کے لیے آنحضرت ﷺ دنیا میں بھیجے گئے تھے، وہ پوری ہو چکی ہے، یہ امر قوی دلیل اس بات کی رکھتا تھا کہ آپ ﷺ کا وقت اب عنقریب ہے اور کہ اس دنیا میں آپ ﷺ کے دن ختم ہونے والے ہیں آپ ﷺ نے جبل عرفات پر جا کر مسلمانوں سے مخاطب ہو کے فرمایا۔۔۔

''اے اہل اسلام، شاید میں اگلے سال تم میں نہ ہوں گا، اب جو کچھ کہتا ہوں کان لگا کے سنو اور دل سے اس پر توجہ کرو، جس طرح یہ مہینہ اور خاص کر یہ دن آبادی میں تم لوگوں کے لیے مقدس ہے، اسی طرح ہر مسلمان پر دوسرے کا مال اور عزت و آبرو اور جان و مال مقدس ہے۔ مسلمانو! یہ یاد رکھو کہ قیامت کے دن تم سب کو اپنے خدا کے سامنے حاضر ہونا پڑے گا۔ وہ اس وقت تمہارے تمام افعال اور جملہ حرکات و سکنات کا حساب کتاب لے گا۔ دیکھو عورتوں کے ساتھ کبھی بدسلوکی نہ کرنا، ان سے ہمیشہ مہربانی کے ساتھ پیش آنا، غلاموں کو وہ آسائش دینا جو تم اپنے آپ کو دیتے ہو، اگر ان سے کوئی خطا ہو جائے تو درگزر کرنا، یاد رہے کہ کل مسلمان آپ میں بھائی ہیں، دیکھو کوئی ایک دوسرے کی حق تلفی نہ کرے''۔

الوداعِ حج

کوئی ایسی طرز طواف تو، مجھے اے چراغ حرم بتا
کہ تیرے پتنگ کو پھر عطا ہو وہی سرشت سمندری
کرم اے شہ عرب و عجم ﷺ، کہ کھڑے ہیں منتظر کرم
وہ گدا کہ تو نے عطا کیا ہے جنہیں دماغ سکندری

حقیقت میں آنکھ کو اب اپنی روانگی سامنے نظر آ رہی تھی، چنانچہ آپ ﷺ نے حرم

marfat.com

محترم کے درشن کیلیے الودعی حج کا ارادہ کیا اور معہ قافلہ مدینہ سے مکہ کو روانہ ہو پڑے۔ وہ شخص جس نے تین روز ایک غار میں بسیرا کر کے اپنی جان بچائی تھی۔ وہ بشر جسے مشرکان مکہ نے اچھوت قرار دے دیا تھا۔ وہ انسان جس کا مکہ کے شہر میں داخلہ بند کر دیا گیا تھا۔ وہ آدمی جسے قتل کرنے کے لیے سو سو اونٹ اور ہزار ہزار سکہ چاندی کے انعام رکھے جاتے تھے۔ وہ بیکس جسے اینٹ پتھر مار مار کر لوگ اس کے جسم سے خون بہا دیا کرتے تھے۔ یہ ہے وہ انسان جو آج مکہ حج کرنے کو جا رہا ہے اسی مکہ میں آج اس ہی کے پیچھے سوا لاکھ عابد میدان عرفات میں سر جھکائے آنکھیں نوائے ہاتھ باندھے، حق کے حضور میں کھڑا ہے۔ شاہ و گدا بلا امتیاز ایک ہی وضع کا بلا سلا کپڑا اوڑھے، ایک ہی خیال کے پابند، ایک ہی خدا واحد کے حضور میں، ایک ہی سجدے میں سر جھکائے کھڑے ہیں، یہ ہے مسلہ مساوات اور یہ ہیں اسلام کی برکات۔

آ گیا عین لڑائی میں اگر وقتِ نماز
قبلہ رو ہو کے زمیں بوس ہوئی قوم حجاز
ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز
بندہ و صاحب و محتاج و غنی ایک ہوئے
تیری سرکار میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے

marfat.com

باب 23

کمبلی والا ﷺ

رسول کریم ﷺ نے جو گہرا اثر اپنے امیر و غریب پیروؤں پر چھوڑا اس کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ جو لوگ آنحضرت ﷺ کے بعد داخل اسلام ہوئے وہ بھی اسی رنگ میں رنگے گئے اس عشق کے اظہار میں مسلمانوں نے بہت سے میٹھے پیارے نام اپنے ہادی ﷺ کے لیے تجویز کیئے ہیں۔ بعض ان سے ایسے بھی ہیں کہ جن ناموں کے ساتھ قرآن شریف میں خود حبیب خدا ﷺ کو مخاطب کرتا ہے۔ ایک نام سے جو سب سے زیادہ دلکش ہے۔ وہ کمبلی والا ہے۔ قرآن میں ایک صورت ہے جس کا نام "مزمل" ہے۔ یعنی کمبلی اوڑھنے والا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ آنحضرت ﷺ اکثر کمبلی ہی اوڑھا کرتے تھے۔ چند ابتدائی آیتیں اس صورت کی حسب ذیل درج ہیں۔

"یایھا المزمل ۝ لا قم الیل الا قلیلا ۝ لا نصفة او انقص منه قلیلاً او زد علیه و رتل القران ترتیلا ۝ لا انا سنلقی علیک قولاً ثقیلاً ۝ لا ان ناشئة الیل هی اشد وطا و اقوم قیلاً ان لک فی النهار سبحاً طویلاً" ۝ لا

ترجمہ: اے کمبلی اوڑھنے والے! رات کو (عبادت کے لیے) کھڑا ہو، مگر تھوڑا آدھا وقت یا اس سے کچھ کم یا ذرا زیادہ اور (عبادت کرتے وقت) قرآن کو ترتیل کے ساتھ

marfat.com

پڑھ۔ ہم جلد وزن دار پیام تجھ پر نازل کرنے کو ہیں۔ رات کا جاگنا بے شک کارآمد اور (روحانی ترقی کے لیے) موزوں ہے۔ (مگر ساتھ ہی) تجھے دن میں بھی بہت سے فرائض ادا کرنے ہیں۔

کمبلی والےﷺ جو پیغام دنیا کو پہنچایا ہے۔ اصول توازن اس کی جان ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ نام شاعروں اور صوفیوں کو بہت پسند آیا ہے اور جا بجا ان کی تحریر وتقریر میں اس طرف اشارے پائے جاتے ہیں۔

کمبلی اوڑھنے میں غالباً ایک باریک رمز پوشیدہ تھی۔ آنحضرتﷺ نے زیادہ تر عمر افلاس میں گزاری۔ آخیر میں جب فوجوں کی سپہ سالاری اور سیاسی حکمرانی سے واسطہ پڑا تب بھی آپؐ نے اپنے لیے فقر ہی کو پسند کیا اور غریبوں اور مسکینوں ہی کی طرح زندگی ویسے کی ویسے ہی قائم رکھی۔ اگرچہ کئی ایک بادشاہوں نے بھی اب رسولﷺ کی غلامی کو قبول کیا ہوا تھا۔ مگر آپؐ نے فقر دائمی اپنا فخر سمجھا الفقر فخری (فقر میرا فخر ہے) یہ ایک مشہور حدیث کی طرف اشارہ ہے۔

marfat.com

باب 24
تبلیغ حق

آپؐ ایک روز کوہ صفا پر تشریف لے گئے وہاں مکہ والوں کو اور قرب و جوار کے قبیلوں کو بلوایا اور پیغام حق انہیں سنایا، آپؐ نے ان سے فرمایا کہ اے لوگو! اگر تم خدا پر ایمان لاؤ گے تو نفع پاؤ گے ورنہ عاقبت کو پچھتاؤ گے، تم پر واضح رہے کہ اسلام کسی پر جبر تشدد روا نہیں رکھتا۔ تم کو راہ مستقیم بتانا میرا فرض عین ہے کیونکہ میں پیغمبر خدا ہوں اور تمہارے لیے یہ پیغام خدا سے لایا ہوں میرا کام تمہیں راستہ اسلام بتانے کا ہے۔ اس پر چلنا یا نہ چلنا تمہارا اپنا کام ہے جو تم گمراہ رہو گے تو اے لوگو اس کی جواب دہی ہوگی تو تم سے تم اپنی آنکھیں کھول کر خود دوراندیشی سے جانچ بھال کر لو کہ تمہیں بدستور مٹی کی مورت اور کاٹھ کا بت پوجن کرنا ہے یا خلقت کے خالق کی پرستش کرنی ہے۔ اے لوگو! اپنا نفع نقصان دیکھ کے قدم رکھو، تم نے اب بھی نہ دیکھا تو پھر کب دیکھو گے۔

وہ فخرِ عرب زیبِ محراب و منبر
تمام اہلِ مکہ کو ہمراہ لے کر
گیا ایک دن حسبِ فرمانِ داور
سوئے دشت اور چڑھ کے کوہِ صفا پر
یہ فرمایا سب سے کہ اے آلِ غالب
سمجھتے ہو تم مجھ کو صادق کہ کاذب

marfat.com

کہا تیری ہر بات کا یاں یقیں ہے
کہ بچپن سے صادق ہے تو اور امیں ہے
کہا گر مری بات یہ دل نشیں ہے
تو سن لو خلاف اس میں اصلاً نہیں ہے
کہ سب قافلہ یاں سے ہے جانے والا
ڈرو اس سے جو وقت ہے آنے والا
وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوتِ ہادی
عرب کی زمیں جس نے ساری ہلا دی
نئی اک لگن سب کے دل میں لگا دی
اک آواز میں سوتی بستی جگا دی
پڑا ہر طرف غل یہ پیغام حق سے
کہ گونج اٹھے دشت و جبل نامِ حق سے
کہ ہے ذات واحد عبادت کے لائق
زباں اور دل کی شہادت کے لائق
اسی کا ہے فرمان اطاعت کے لائق
اسی کی ہے سرکار خدمت کے لائق
لگاؤ تو لو اس سے اپنی لگاؤ
جھکاؤ تو سر اس کے آگے جھکاؤ
نصاریٰ نے جس طرح کھایا ہے دھوکا
کہ سمجھے وہ عیسیٰ کو بیٹا خدا کا

marfat.com

مجھے تم سمجھنا نہ زنہار ایسا
میری حد سے رتبہ بڑھانا نہ میرا
سب انساں ہیں جس طرح واں سرفگندہ
اسی طرح ہوں میں بھی اک اس کا بندہ
بنانا نہ تربت کو میری صنم تم
نہ کرنا میری قبر پر سر کو خم تم
نہیں بندہ ہونے میں کچھ مجھ سے کم تم
کہ بیچارگی میں برابر ہیں ہم تم
مجھے دی ہے بس حق نے اتنی بزرگی
کہ بندہ بھی ہوں اس کا اور ایلچی بھی

افضل کلام

اسی روز رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ جو کچھ میں نے آج تک اپنی زبان سے کہا ہے یا جو کچھ مجھ سے پہلے نبی خدا کے کہہ گئے ہیں ان سب میں سے افضل کلام ایک ہی ہے جس کے برابر نہ کوئی کلام ہوا ہے اور نہ آئندہ ہوگا اور وہ ہے

"**لا الہ الا اللہ وحدہ ، لا شریک لہ، لہ الملک و لا الحمد وھو علی کل شیء قدیر**" "کہ خدا ایک ہے، اس کا ثانی کوئی نہیں ہے ملک تمام اس کا ہے، سلطنت دنیا اس کی ہے، ہمہ طاقت وہی ہے اور سزاوار ثنا وہی ہے"

ملکا ذکر تو گویم کہ تو پاکی و خدائی
نروم من بجز آں رہ کہ تو آں رہ بنمائی
ہمہ درگاہِ تو جویم ہمہ درکار تو پویم

marfat.com

همہ توحید تو گویم کہ بتوحید سزائی
تو خداوندِ یمینی تو خداوندِ یساری
تو خداوندِ زمینی تو خداوندِ سمائی
تو زن و جفت نہ جوئی تو خور و خفت نخواہی
احدا بے زن و جفتی ملکا کام روائی
نہ بدی خلق تو بودی نہ بود خلق تو باشی
نہ تو خیزی نہ نشینی نہ تو کاہی نہ فزائی
تو رحیمی تو کریمی سمیعی تو بصیری
تو معزی تو مذلی ملک العرش بجائی
ہمہ راعیب تو پوشی ہمہ راعیب تو دانی
ہمہ را رزق رسانی کہ تو جودی و عطائی
بری از خفتن و خوردن بری از تہمت مردن
بری ازبیم و امیدی بری از رنج و بلائی
تو علیمی تو حکیمی تو خبیری تو بصیری
تو نمائندہ فضلی تو سزوارِ خدائی
نتوں وصفِ تو گفتن کہ تو در وصف نہ گنجی
نہ توان شرح تو کردن کہ تو درشرح نیائی

ترجمہ:

1: اے شہنشاہ میں تیرا ذکر کرتا ہوں کہ تو پاک ہے اور خدا ہے میں اس راستے سوا کسی اور راستہ پر چل ہی نہیں سکتا۔ جس پر تو نہ چلائے۔

marfat.com

2: میں تیرا آستانہ ہی تمام تر ڈھونڈتا ہوں اور تیرے ہی کام میں رہتا ہوں اور تمام تیری ہی توحید کہتا ہوں کہ تجھ ہی کو توحید بجتی ہے۔

3: تو ہی دائیں اور بائیں اطراف کا خدا ہے تو ہی زمین و آسمان کا معبود ہے۔

4: تو عورت اور جوڑا نہیں ڈھونڈتا تو کھانے اور سونے کو نہیں چاہتا۔ اے بغیر عورت اور جوڑے کے خدائے واحد اور اے ہمیشہ قائم و دائم شہنشاہ!

5: جب مخلوق نہ تھی تو تو تھا اور جب مخلوق نہ ہوگی تو تو ہوگا تو نہ اٹھتا ہے نہ بیٹھتا ہے نہ گھٹتا ہے نہ بڑھتا ہے۔

6: تو رحیم ہے تو کریم ہے تو سننے والا ہے تو دیکھنے والا ہے تو ہی عزت دینے والا اور تو ہی ذلت دینے والا ہے۔ درحقیقت تو ہی شہنشاہ عرش ہے۔

7: تو سب کے عیب جانتا ہے اور پھر انہیں چھپاتا بھی ہے تو سب کو رزق پہنچاتا ہے تو ہی کرم کرتا ہے تو ہی عطا فرماتا ہے۔

8: تو کھانے اور سونے سے آزاد ہے تو مرنے سے بھی پاک ہے تو امید و یاس سے بھی بری ہے اور غم و اندوہ اٹھانے سے بھی پاک ہے۔

9: تو جاننے والا ہے تو حکیم ہے تو صاحب خبر ہے اور صاحب نظر ہے تو ہی فضل کا حق دار ہے تو ہی خدائی کے لائق ہے۔

10: تیری حمد کہہ سکنا ممکن نہیں ہے کہ تیری ذات حمد میں سمانہیں سکتی۔ مجھے تفصیل سے بیان کرنا بھی ممکن نہیں کہ تو کسی تشریح میں نہیں آسکتا۔

marfat.com

باب 25

وقتِ رحلت

نبی اللہ ﷺ کی عمر اب ۶۳ برس کی ہو چکی تھی اور ہجرت کا گیارھواں سال تھا کہ رحلت کی نوبت آ پہنچی۔ دفعتہً بخار نے آ گھیرا تن سے تپ کی تپش کے ایسے لپکے اٹھتے تھے کہ جسم چھونا مشکل ہو گیا تھا۔ لیکن باوجود نقاہت وضعف کے آپؐ نے کوئی نماز قضا نہ کی تھی اور پانچوں وقت مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز ادا کرتے رہے۔ جب تین دن کوچ میں رہ گئے تو اعضاء بالکل ہی جواب دینے لگ گئے۔ آپ کو سہارے سے بھی مسجد تک پہنچنا اب کٹھن ہو گیا تھا۔ آپ ﷺ نے حضرت ابو بکرؓ کو اپنی جگہ امام مقرر کیا اور خود ان کے پیچھے جماعت میں کھڑے ہو کر نماز ادا کی۔ جب نماز سے فارغ ہو چکے تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔۔۔۔

''اے لوگو! اگر میں نے تم سے کسی پر کوئی زیادتی کی ہو، تو مجھے معافی دو تا کہ مجھ سے آگے گرفت نہ ہو اور میں اس کی جناب میں سرخرو ہو کے جاؤں، اے لوگو! اگر میں نے کسی کو سخت سست کہا ہے تو مجھ سے درگزر کرو، اے لوگو! اگر میں نے کسی کی پشت پر ناجائز حکم تازیانہ لگانے کا دیا ہے تو اس کے لیے میری پشت موجود ہے اے لوگو! اگر میں نے کسی کا کوئی قرض ادا نہ کیا ہو۔ تو اب وقت ہے وہ مجھ سے لے لے۔ اے لوگو! اگر مجھ سے کسی کو ایذا پہنچی ہو تو میں اس وقت اس کی معافی کے لیے حاضر ہوں، اے لوگو! مجھے معافی دو، تا کہ مجھے قیامت کا مواخذہ نہ رہے''

بستر رحلت پر جاں کنی کی حالت میں آپ کے لب مبارک کو حرکت میں دیکھ کر بعض اصحاب نے پوچھا کہ یا نبی اللہ ﷺ آپ کیا فرما رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے کہا۔ ''لو میرے

marfat.com

حال پر چھوڑ دو کیونکہ جس عالم میں اب میں چلا جا رہا ہوں، وہ اس عالم سے بہتر ہے جس کی طرف تم مجھے بلاتے ہو۔

آخری کلمہ جو نبی ﷺ کی زبان سے اصحاب سن سکے وہ یہ تھا۔ **بل الرفیق الاعلی بل الرفیق الاعلی** (اعلیٰ دوست کے پاس، اعلیٰ دوست کے پاس) حبیب خدا ﷺ اپنے ''اعلیٰ دوست'' کی جانب ۱۲ ربیع الاول ۱۱ ہجری مطابق ۸ جون ۶۳۲ عیسوی پیر کے روز بوقت دوپہر اس دنیا کو ترک کر کے راہی ملک عدم ہو گئے۔ طائر روح پاک جسم خاکی سے پرواز کر گیا۔

marfat.com

ادارہ کی دیگر اسلامی کتب

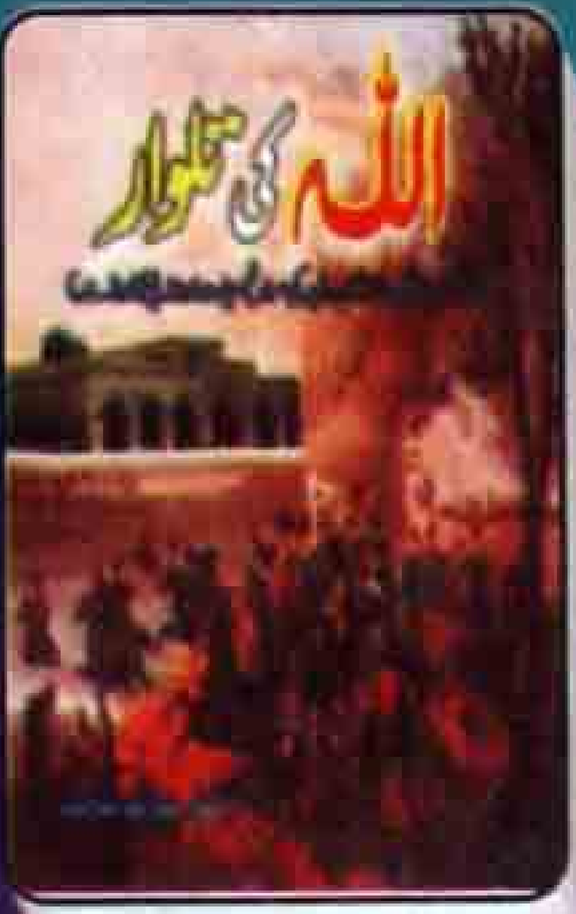

شاہد پبلی کیشنز اینڈ بک سیلرز

64 چوبرجی سنٹر ملتان روڈ لاہور۔ فون: ۷۲۱۹۹۶۳

E-mail : shahidpublications@hotmail.com